

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى (قرآن)

فرما دیں میں اس (تبلیغِ رسالت) پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا، سوائے اس کے کہ میرے قرابت داروں سے محبت رکھو۔

حُبِّ اَھلِ بَیت

پنجتن پاک سے محبت، قرآن وحدیث کی روشنی میں



تالیف سید محمد محسن قادری

زیر سرپرستی

صوفی غلام محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ

قُلْ لَّآ أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ

فرما دیجئے: میں اِس (تبلیغِ رسالت) پر تم سے کوئی اُجرت نہیں مانگتا مگر قرابت وقربت سے محبت

حب اہل بیت

پنجتن پاک سے محبت، قرآن وحدیث کی روشنی میں

تالیف:

سید محمد محسن قادری

زیر سرپرستی

صوفی غلام محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ

نام کتاب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔حُبِ اہلِ بیت

مؤلف۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔سید محمد محسن قادری

بارِاوّل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ستمبر 2024ء

ملنے کا پتہ:

B-622، بلاک 13، فیڈرل 'بی' ایریا، کراچی۔

فون نمبر: 0302-8580975

واٹس ایپ نمبر: 0333-2193515

انتساب

سید الشہداء سیدنا امام حسین علیہ السلام

اور جملہ محبانِ اہلِ بیت کے نام

بالخصوص

عاشقِ پنجتن پاک

حضرت صوفی غلام محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ

کے نام

جن کی بے پایاں عنایات اور روحانی توجہ کے طفیل

اس کارِ سعید کی توفیق نصیب ہوئی۔

اور میرے والد محترم **سید احمد حسن قادری** کے نام

جن کے توسل سے مرشد کامل تک رسائی حاصل ہوئی۔

سید محمد محسن قادری

فہرست مضامین

شہادت امام حسین علیہ السلام اصل میں شہادت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سبب تالیف

اللہ رب العزت کا کرم واحسان ہے کہ جس نے اس حقیر کو اپنے پیاروں کا ذکر خیر کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ بیشمار درود وسلام ہو ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ پر۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ دنیا پر مادیت اور گمراہ کن نظریات کا غلبہ ہوتا جارہا ہے جس کے نتیجے میں صرف لوگوں کی عملی اور اخلاقی زندگیاں ہی متاثر نہیں ہورہیں بلکہ لوگوں کے عقائد اور افکار ونظریات تک بھی متاثر ہورہے ہیں۔ جب انسان کے فکر، عقیدہ اور نظریہ میں مادیت کا غلبہ بڑھتا ہے تو اس عقیدے سے ہر وہ پہلو جس کا تعلق روحانیت اور روحانی اقدار وروایات کے ساتھ ہوتا ہے، وہ پہلو کمزور ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس پر فتن دور میں بدعقیدگی بڑھتی جارہی ہے اور ایمان کمزور ہوتا چلا جارہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت آنے سے پہلے فتنے ظاہر ہوں گے جو اندھیری رات کے ٹکڑوں کی مانند ہوں گے۔ ان فتنوں کے زمانے میں آدمی صبح کو ایمان کی حالت میں اٹھے گا اور شام کو کافر ہو جائے گا۔ شام کو مومن ہوگا تو صبح کو کفر کی حالت میں اٹھے گا۔

ایسے پر فتن دور میں ایمان کی حالت میں دنیا سے رخصت ہونا بہت مشکل ہے۔ لحاظہ اہلِ بیت سے محبت ومودت وہ واحد چیز ہے کہ جس کے دل میں یہ ہو وہ ضرور ایمان کی حالت میں دنیا سے رخصت ہوگا۔ اہل بیت سے محبت کرنا عقیدہ اہل سنت ہے۔ جس کا دل محبت ومؤدتِ اہلِ بیت سے خالی ہے، اس کے اندر خارجیت نے ڈیرہ ڈال رکھا ہے۔ اہل سنت کی شناخت حُب وتکریمِ صحابہ اور محبت مودت وعشق اہل بیت رضی اللہ عنہم ہے۔ یہ

دونوں شاخیں مل کر حُب رسول صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم بنتی ہیں۔ محبت رسول صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم، محبت اہل بیت کے بغیر کوئی معنی نہیں رکھتی۔ یہ ابھی کا نظریہ نہیں بلکہ 1400 سال کی تاریخ اسلام میں ہمارے کل آئمہ کا طریق، مسلک ومشرب اہل بیت اطہار کی محبت میں یہی رہا ہے۔ اہل سنت کے چاروں آئمہ فقہ امام اعظم ابوحنیفہ، سیدنا امام مالک، حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا مسلک بھی یہی ہے۔

بدنصیبی کہ خارجیت، مادیت اور لامذہبیت نے اہلسنت کے عقائد پر گرد ڈال دی۔ اہلِ بیت کا ذکر چھوڑ کر دشمنان اہلبیت کے ذکر میں لگ گئے۔ جس ذوق وشوق اور رغبت ومحبت سے اہل سنت والجماعت کے ہاں کثرت سے ذکر حسین علیہ السلام کا اہتمام ہوتا تھا، اجتماع ہوتے تھے اب وہ جوش وخروش، تسلسل اور کثرت نہیں رہی۔ بدقسمتی سے پچھلے 30,20 سال کے اندر اس چیز کو فروغ دیا گیا کہ جو ماہ محرم میں یا شب عاشور کو شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام کا جلسہ، مجلس، اجتماع یا ذکر کرے تو گویا وہ شیعہ ہے یا اس کے اندر تشیع ہے۔ سن لیں! یہ کہنے والے قرآن وحدیث سے لاعلم ہیں۔ ان کو اہلِ بیت کے مقام و مرتبہ کی معرفت ہی نہیں جس پر قرآن وحدیث میں زور دیا گیا ہے۔ اس سوچ کو فروغ دینے والے ہرگز اہلسنت والجماعت نہیں۔ لوگوں کے اندر اتنی اخلاقی کمزوری آچکی ہے کہ وہ اس تہمت کے ڈر کی وجہ سے ذکر حسین علیہ السلام کی مجالس کا جرات کے ساتھ اہتمام نہیں کرتے حالانکہ تہمتیں جھوٹی ہوتی ہیں۔ پس لوگوں کی تہمت کے ڈر سے ہم میں سے کئی ذکر امام حسین علیہ السلام کی محافل منعقد نہیں کرتے اور نہ ان میں شریک ہوتے ہیں کہ لوگ شیعہ سمجھیں گے۔

اکثر علماء جمعہ کے خطبوں میں ذکر حسین کرنے سے گھبراتے ہیں۔ یہاں تک کہ محرم الحرام میں بھی ان کا ذکر کرنا گوارہ نہیں کرتے۔ ان کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتیں یاد ہیں مگر

یہ بھول گئے کہ غمِ حسین میں رونا بھی سنت ہے، حسین علیہ السلام سے محبت کرنا بھی سنت ہے، حسین علیہ السلام کا کثرت سے ذکر کرنا بھی سنت ہے۔ درسِ قرآن بڑے زور شور سے ہوتے ہیں مگر آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں نازل آیات بیان نہیں کی جاتیں۔

اہلِ بیت کے فضائل ومناقب سے کتب حدیث بھری پڑی ہیں مگر اکثر علماء وہ بیان نہیں کرتے یہ بغض کی علامت ہے۔ افسوس! اکثر سنی علماء ان تہمتوں کے ڈر سے اہل بیت کی محبت اور ذکر حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھاگے جا رہے ہیں۔ اپنی صدیوں کے طریقے اور مسلک سے پیچھے ہٹ رہے ہیں۔ ہمارے آئمہ کی کتب حدیث اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی تھیں جب تک حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تذکرے نہ کرلیں۔

اکثر لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ پنجتن پاک کا زکر ہی کیوں کثرت سے ہوتا ہے اور کسی کا کیوں نہیں۔ تو اس کا جواب بہت سادہ ہے کہ جس کا ذکر قرآن وحدیث میں سب سے زیادہ ہوا جن کے فضائل ومناقب احادیث مبارکہ میں سب سے زیادہ بڑھ چڑھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان کیے تو امت میں انہیں کا زکر انہیں کا چرچا سب سے زیادہ ہوگا اور پھر جن مقدس ہستیوں نے ساری زندگی اللہ کی رضا وخوشنودی میں گزاری اللہ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ۔ میرا ذکر کرو میں تمہارا چرچا کروں گا۔

اس کتاب کی تالیف کا اصل مقصد یہی ہے کہ اہلِ بیت اطہار کی محبت وعقیدت کی اہمیت جو قرآن وحدیث میں آئی ہے اسے اجاگر کیا جائے۔ جو ہزاروں احادیث ان کی شان میں صحہ ستہ اور دیگر کتب حدیث میں بیان ہوئیں جو اب سنائی نہیں جاتیں ان میں سے کچھ بیان کی جائیں تاکہ مردہ دلوں کو کمزور ایمان کو پھر سے زندہ کیا جائے اور ان کی محبت سے قارئین اپنے قلب وروح کو منور کرسکیں۔

اس کتاب میں بہت سی غلط فہمیوں کا قرآن وحدیث سے ازالہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ کتاب کے آخر میں مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شان میں نازل ہونے والی آیات میں سے کچھ آیات بیان کی گئیں ہیں۔

دعا ہے اللہ رب العالمین اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معرفت عطا فرمائے۔ ہمارے دلوں کو پاک کرکے اس میں اہلِ بیت کی محبت مودت ڈال دے اور ہمیں حق بات سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

سید محمد محسن قادری

قُلْ لَّآ أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلاَّ الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى

فرمادیجئے: میں اِس (تبلیغِ رسالت) پر تم سے کوئی اُجرت نہیں مانگتا مگر

قرابت و قربت سے محبت

پنجتن پاک سے محبت

تاجدار عرب وعجم حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

میرے اہل بیت کی مثال نوح کی کشتی کی مانند ہے جو اس میں سوار ہوا وہ نجات یافتہ ہو گیا اور جس نے اس سے منہ موڑا وہ غرق ہو گیا

یہ حدیث صحیح ہے اور شرط مسلم پر ہے

المستدرك على الصحيحين ج ٢ ص ٣٤٣

اہل بیتِ کی محبت واجب ہے

امام یوسف بن اسمٰعیل نبھانی رحمتہ اللہ علیہ اپنی مایہ ناز تصنیف ''الشرف المؤبد لآل محمد'' میں فرماتے ہیں کہ امور دینیہ اور عقائد اسلامیہ میں سے اہم ترین عقیدہ یہ ہے کہ ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انسانوں، تمام فرشتوں اور تمام رسولوں سے افضل ہیں اور آپ کے آباء تمام کے آباء سے اور آپ کی اولاد ہر ایک کی اولاد سے اشرف واعلیٰ ہے کیونکہ ان کا حسب ونسب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وابستہ ہے وہ حضور کے قرابتدار اور حضور کی طرف منسوب ہیں اور تمام لوگوں سے زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب ہیں۔

اس میں بھی شک نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ہر مسلمان پر فرض ہے اور جس قدر یہ محبت کامل ہوگی، ایمان کامل ہوگا اور جس قدر محبت ناقص ہوگی ایمان بھی ناقص ہوگا۔ وہ حضرات جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق ہیں اور آپ سے نسبی رشتہ رکھتے ہیں مثلا آپ کے آباء کرام اور آپ کی اولاد امجاد، ان کی محبت بھی آپ ہی کی محبت ہے

حضور کے قرابتداروں سے محبت رکھنے کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ حق تعالیٰ جل شانہ نے ان سے محبت رکھنا تمام مسلمانوں پر واجب ٹھہرایا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قُلْ لَّآ أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلاَّ الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى [23:42]

فرما دیجئے: میں اِس (تبلیغِ رسالت) پر تم سے کوئی اُجرت نہیں مانگتا مگر قرابت وقربت سے محبت۔

امام جلال الدین سیوطی نے درمنشور میں اور بہت سے دیگر مفسرین نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: (قُلْ لَّآ أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلاَّ الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى) قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللهِ، مَنْ قَرَابَتُكَ هَؤُلَاءِ الَّذِيْنَ وَجَبَتْ عَلَيْنَا مَوَدَّتُهُمْ؟ قَالَ: عَلِيٌّ وَفَاطِمَةُ وَابْنَاهُمَا. رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ.

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب یہ آیت:

قُلْ لَّآ أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلاَّ الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى نازل ہوئی تو صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کی قرابت کون ہیں جن کی محبت ہم پر واجب ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **علی، فاطمہ اور ان کے دو بیٹے (حسن وحسین)۔''**

اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

أخرجه الطبرانی فی المعجم الکبیر، 3/ 47، الرقم: 2641

الهیثمی فی مجمع الزوائد، 9/ 168

اس آیت کریمہ کے شانِ نزول کے متعلق حضرت علامہ مولانا نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر خزائن العرفان میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ میں رونق افروز ہوئے اور انصار نے دیکھا کہ حضور نبی کریم صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذمہ مصارف بہت

ہیں اور (بظاہر) مال بھی کچھ نہیں ہے تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقوق اور احسانات یاد کر کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت عالیہ میں پیش کرنے کے لئے بہت سا مال جمع کیا اور اس کو لے کر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور کی بدولت ہمیں ہدایت ملی ہم نے گمراہی سے نجات پائی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کے اخراجات بہت زیادہ ہیں اس لئے ہم خدام آستانہ یہ مال آپ کی خدمت نذر کرنے کے لئے لائے ہیں۔ امید ہے آپ قبول فرما کر ہماری عزت افزائی فرمائیں گے۔

اس پر آیت مبارکہ نازل ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ اموال واپس فرما دیئے۔

صاحب تفسیر کبیر حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں مندرجہ بالا آیت مبارکہ کے تحت لکھتے ہیں:

لما نزلت هذه الآية قيل يارسول الله من قرابتك هولاء الذين وجبت علينا مودتهم فقال: علي وفاطمة وابناهما.

''جب یہ آیت (قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ) نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بارگاہ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کے وہ کون رشتہ دار ہیں جن کی محبت ہم پر واجب کر دی گئی ہے تو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ علی، فاطمہ اور ان کے دونوں فرزند (امام حسن و امام حسین) رضی اللہ عنہم ہیں''۔ (تفسیر کبیر، الجزء السابع والعشرون، ص:166)

تفسیر خزائن العرفان میں ہے: حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور آپ کے اقارب کی محبت دین کے فرائض میں سے ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، ص 894)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ، حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ (صحيح البخاري:15)

تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے اس کے والد، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

''حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا" کوئی بندہ اسوقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اسکی جان سے بھی محبوب تر نہ ہوجاؤں اور میرے اہل بیت اسے اس کے اہل خانہ سے محبوب تر نہ ہوجائیں اور میری اولاد اسے اپنی اولاد سے بڑھ کر محبوب نہ ہوجائے اور میری ذات اسے اپنی ذات سے محبوب تر نہ ہوجائے'' ۔طبرانی فی المعجم الکبیر

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو مجھ سے محبت کرتا ہے اس پر ان دونوں سے محبت کرنا واجب ہے ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حسن اور حسین علیہما السلام کے متعلق فرماتے ہوئے سنا: جو مجھ سے محبت کرتا ہے اس پر ان دونوں سے محبت کرنا واجب ہے۔'' طيالسي، المسند، 1:327، رقم: 2052. ہیثمی، مجمع الزوائد، 9:180

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ سے محبت کرو، اِس وجہ سے کہ اُس نے تمہیں بے شمار نعمتوں سے مالا مال فرما دیا اور وہ تم پر شفقت فرماتا ہے اور تم پر بے حساب رحمت فرماتا ہے۔ مجھ سے محبت کرو تاکہ اللہ تم سے محبت کرے۔ پھر فرمایا: میری اہل بیت سے محبت اِس لیے کرو تاکہ میں تم سے محبت کروں۔

(ترمذی، السنن، کتاب المناقب، 664، رقم:3789)

پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کے حصول کا ذریعہ محبتِ اہلِ بیت ہے۔ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہلِ

بیت سے محبت ومودت کی حد درجہ تلقین فرمائی۔محبت اہل بیت عمر بھر رہنی چاہئے، اس لیے کہ یہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ہی کا حصہ ہے۔اہل بیت کی محبت، عترت و ذریت پاک کی محبت بالخصوص حسنین کریمین کی محبت نہ صرف ہمارے ایمان کا حصہ ہے بلکہ عینِ ایمان ہے۔

محبت کیا ہے

محبت ایک قلبی کیفیت ہے اور ایک جذبہ ہے۔انسانی فطرت ہے کہ وہ اس چیز کو ہمیشہ یاد کرتا ہے جس کے ساتھ اس کا لگاؤ کی حد تک گہرا تعلق ہو۔وہ کسی صورت میں بھی اسے بھلانے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔اہل محبت کے ہاں یہ عام قاعدہ ہے کہ جس شے سے محبت ہو اسے اٹھتے بیٹھتے یاد کیا جاتا ہے۔محبوب جس قدر صاحب عظمت وشان اور حسن و جمال کا پیکر ہوگا محب کی زبان پر اسی قدر اس کا ذکر کثرت سے آئے گا۔

صرف اس ذات کا کثرت سے ذکر کیا جاتا ہے جس سے شدید محبت ہو۔ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:مَن اَحَبَّ شَیاً اَکثَرَ مِن ذِکرَہ۔"انسان کو جس چیز سے محبت ہوتی ہے وہ اس کا ذکر بڑی کثرت سے کرتا ہے۔"(کنز العمال جلد 1 صفحہ 525)

ایمان والوں کے دل میں اللہ تعالیٰ کی شدید محبت ہونی لازم ہے۔اگر نہیں ہے تو اس کا پیدا کرنا ضروری ہے۔اور جس نے حسنین علیہما السلام سے محبت کی اس سے اللہ نے محبت کی

Malik ibn Dinar's statement is

عَلَامَۃُ حُبِّ اللہِ دَوَامُ ذِکْرِہٖ لِأَنَّ مَنْ أَحَبَّ شَیْئًا أَکْثَرَ ذِکْرَہُ

The sign of love of God is continuation of remembering Him because whoever loves anything remembers it in a great deal."

ذکر عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معانی یاد کرنا، یاد تازہ کرنا، کسی شئے کو بار بار ذہن میں لانا، کسی چیز کو دہرانا اور دل و زبان سے یاد کرنا ہیں۔

(ابن منظور، لسان العرب، جلد 4 صفحہ 308، 311)

آئمہ اہلسنت نے ہمیشہ سیدنا حسین (رضی اللہ عنہ) اور آپ کی اولاد کے غم کو بڑھ چڑھ کر منایا۔ ہمیں چاہیے کہ ہم بڑھ چڑھ کر ذکر حسین کریں اپنی محبت کا اظہار کریں اہلبیت کی بارگاہ میں زیادہ سے زیادہ نوافل ایصال ثواب کریں کثرت سے درود وسلام پڑھیں اور ان کے غم کو یاد کریں۔ اسی میں فلاح و کامیابی ہے۔

قرآن کریم کی تلاوت سے پہلے اہل بیت سے محبت سیکھو

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک فرمان ہے کہ اپنی اولاد کو تین باتیں سکھاو: **اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت، ان کے اہل بیت سے محبت، اور قرآن کریم کی تلاوت۔**

کنز العمال جلد ١٦ صفحہ ١٨٩

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن سکھانے سے پہلے اولاد کو اپنی محبت اور اہلبیت کی محبت سکھانے کا حکم دیا۔ معلوم ہوا کہ اس محبت کے بغیر قرآن پڑھا تو قرآن ہدایت نہیں گمراہی دے گا۔

آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کے انعام

علامہ زمخشری نے تفسیر کشاف میں اسی آیت مودۃ کی تفسیر میں ایک طویل اور خوبصورت

حدیث نقل کی جسے حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ، قرطبی اور دوسروں نے بھی اپنی تفسیروں میں اس کے کچھ حصے نقل کئے ہیں۔ یہ حدیث واضح طور پر مراتب و مقام اور فضیلتِ آلِ محمد کو بیان کرتی ہے۔ ہم بھی اس کو اس کی اہمیت کے پیش نظر تفصیل سے بیان کرتے ہیں:

حضور نبی اکرم صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

شہادت کا درجہ

من مات على حب آل محمد مات شهيدا

''جو اہل بیت کی محبت میں مرا اس نے شہادت کی موت پائی''۔

گناہوں کی بخشش

الا ومن مات على حب آل محمد مات مغفورا له.

''آگاہ ہو جاؤ! جو شخص اہل بیت کی محبت میں مرا وہ ایسا ہے کہ اس کے گناہ بخش دیئے گئے''۔

توبہ کی توفیق

الا ومن مات على حب آل محمد مات تائبا.

''آگاہ ہو جاؤ جو شخص اہل بیت کی محبت میں مرا وہ گناہوں سے تائب ہو کر مرا''۔

خاتمہ بالایمان

الا ومن مات على حب آل محمد مات مومنا مستكمل الايمان.

''خبردار ہو جاؤ جو شخص اہل بیت کی محبت میں مرا وہ مکمل ایمان کے ساتھ فوت ہوا''۔

جنت کی بشارت

الا ومن مات على حب آل محمد بشره ملك الموت بالجنة ثم منكرو نكير.

’’آ گاہ ہوجاؤ، جو اہل بیت کی محبت میں مرا اسے حضرت عزرائیل علیہ السلام (موت کے فرشتے) اور منکر نکیر جنت کی بشارت دیں گے‘‘۔

عزت کے ساتھ جنت میں داخلہ

الا ومن مات علی حب آل محمد یزف الی الجنۃ کما یزف العروس الی بیت زوجھا.

’’آ گاہ ہوجاؤ جو اہل بیت کی محبت میں مرا اس کو ایسی عزت کے ساتھ جنت میں لے جایا جائے گا جیسے دلہن کو اس کا شوہر گھر لے جاتا ہے‘‘۔

قبر میں جنت کے دروازوں کا کھلنا

الا ومن مات علی حب آل محمد فتح لہ فی قبرہ بابان الی الجنۃ.

’’خبردار ہوجاؤ۔ جو اہل بیت کی محبت میں مرا اس کی قبر میں جنت کے دو دروازے کھول دیئے جائیں گے‘‘۔

فرشتوں کی زیارت گاہ

اَلَاوَمَن مَاتَ عَلٰی حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ جَعَلَ اللّٰهُ قَبْرَہ مَزَارَ مَلا ئِکَۃِ الرَّحْمَۃِ

آ گاہ ہوجایئے کہ جو کوئی محبتِ آلِ محمد میں مرا اللہ نے اُس کی قبر کو فرشتوں کی زیارت گاہ بنا دیا

اہلسنت والجماعت پر موت

الاومن مات علی حُب آل محمد مات علی السنتہ والجماعت

جو شخص آل محمد کی محبت پر فوت ہوا وہ اہلسنت والجماعت پر فوت ہوا

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے اہلِ بیت سے بغض وعداوت رکھنے سے ڈرانے کا بیان

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اَلَاوَمَنْ مَاتَ عَلٰی بُغْضِ آلِ مُحَمَّدٍ جاءَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مَکْتُوْب بَیْنَ عَیْنَیْہِ اٰئِسٌ مِنْ رَحْمَۃِ اللّٰہِ

خوب ذہن نشین کرلو کہ جو آلِ محمد کے بغض پر مرا وہ قیامت میں اس حال میں آئے گا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا، ''اللہ کی رحمت سے ناامید''

اَلَاوَمَنْ مَاتَ عَلٰی بُغْضِ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ کَافِرًا

خبردار! جو شخص آلِ محمد کے بغض پر مرا وہ کافر مرا

اَلَاوَمَنْ مَاتَ عَلٰی بُغْضِ آلِ مُحَمَّدٍ لَمْ یَشُمَّ رَائِحَۃَ الْجَنَّۃِ۔

کان کھول کر سن لو کہ جو آلِ محمد کے بغض پر مرا وہ جنت کی خوشبو نہیں سونگھے گا

(تفسیر کبیر الجزء السابع والعشر ون ص 166-165 تفسیر کشاف، ج3، ص 467)

ذرا غور کریں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بغض رکھنے والے کا کہاں ٹھکانہ ہے؟ اس کے دین اور ایمان کی کیا وقعت ہے؟

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم سے مخاطب ہوئے پس میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: اے لوگو! جو ہمارے اہل بیت سے بغض رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اسے روز قیامت یہودیوں کے ساتھ جمع کرے گا تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگرچہ وہ نماز، روزہ کا پابند ہی کیوں نہ ہو اور اپنے آپ کو مسلمان گمان ہی کیوں نہ کرتا ہو؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (ہاں) اگرچہ وہ روزہ اور نماز کا پابند ہی کیوں نہ ہو اور خود کو مسلمان تصور کرتا ہو۔'' اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا

ہے۔ الحدیث رقم 43 : أخرج الطبرانی فی المعجم الأوسط، 4/ 212، الرقم : 4002، ذہبی فی میزان الإعتدال، 3/ 171، یثمی فی مجمع الزوائد، 9/ 172.

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص میرے اہل بیت اور انصار اور عرب کا حق نہیں پہچانتا تو اس میں تین چیزوں میں سے ایک پائی جاتی ہے: یا تو وہ منافق ہے یا وہ حرامی ہے یا وہ ایسا آدمی ہے جس کی ماں بغیر طہر کے اس سے حاملہ ہوئی ہو۔‘‘ اس حدیث کو امام دیلمی نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے۔

(أخرجه البیهقی فی شعب الإیمان، 2/ 232، الرقم، 1614، الدیلمی فی مسند الفردوس، 3 / 626، الرقم، 5955، و الذهبی فی میزان الإعتدال فی نقد الرجال، 3/ 148)

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر کوئی رکن اور مقام کے درمیان دونوں پاؤں قطار میں رکھ کر کھڑا ہو جائے اور نماز پڑھے اور روزہ رکھے اور پھر (وصال کی شکل میں) اللہ سے ملے اس حال میں کہ وہ اہل بیت سے بغض رکھنے والا ہو تو وہ دوزخ میں داخل ہو گا۔‘‘ اس حدیث کو امام حاکم اور طبرانی نے روایت کیا ہے نیز امام حاکم نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(أخرجه الحاکم فی المستدرك، 3/ 161، الرقم : 4712، و الطبرانی فی المعجم الکبیر، 11/ 176، الرقم : 11412، و الهیثمی فی مجمع الزوائد، 9/ 171)

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے معاویہ بن خدیج سے کہا: اے معاویہ بن خدیج! ہمارے (اہلِ بیت کے) بغض سے بچو کیونکہ بے شک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ ہم (اہلِ بیت) سے کوئی بغض نہیں رکھتا اور کوئی حسد نہیں کرتا مگر یہ کہ قیامت کے دن اسے آگ کے چابکوں سے حوض کوثر سے دھتکار دیا

جائے گا۔'' اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔ (أخرجه الطبرانی فی المعجم الأوسط، 3/ 39، الرقم : 2405، و الهیثمی فی مجمع الزوائد، 9/ 172)

جب تک اہل بیت سے محبت نہیں، دل میں ایمان داخل نہیں ہوگا

''حضرت عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم جب قریش کی جماعت سے ملتے اور وہ باہم گفتگو کر رہے ہوتے تو گفتگو روک دیتے ہم نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں اس امر کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جب میرے اہل بیت سے کسی کو دیکھتے ہیں تو گفتگو روک دیتے ہیں؟ اللہ رب العزت کی قسم! کسی شخص کے دل میں اس قت تک ایمان داخل نہیں ہوگا جب تک ان سے اللہ تعالیٰ کے لیے اور میرے قرابت کی وجہ سے محبت نہ کرے۔'' اسے امام ابن ماجہ اور حاکم نے روایت کیا ہے۔

أخرجه ابن ماجة فی السنن، المقدمة، باب : فضل العباس بن عبد المطلب رضی الله عنه، 1/ 50، الرقم : 140

الحاکم فی المستدرك، 4/ 85، الرقم : 6960

اہل بیت کی ایک دن کی محبت پورے سال کی عبادت سے بہتر ہے

''حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **اہل بیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک دن کی محبت پورے سال کی عبادت سے بہتر ہے اور جو اسی محبت پر فوت ہوا تو وہ جنت میں داخل ہو گیا۔**'' اس حدیث کو امام دیلمی نے روایت کیا ہے۔

الحدیث رقم 19: أخرج الدیلمي في مسند الفردوس، 2 / 142، الرقم: 2721، الشرف المؤبد،ص 92۔

یہاں اگر کسی کے ذہن میں یہ سوال آتا ہے کہ صرف محبت اہل بیت ایک سال کی عبادت سے بہتر کیسے ہے تو اس کا جواب قرآن کریم میں سورۃ کہف میں موجود ہے اصحابِ کہف کے ساتھ اُن کا ایک خدمت گزار کتا بھی تھا۔ 309 سال تک وہ کتا بھی غار کے دہانے پر پاؤں پھیلائے اُن کی حفاظت پر مامور رہا۔ اُن کی نسبت سے قرآنِ مجید میں اُس کتے کا ذِکر بھی آیا ہے: وَ كَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ۔(الکهف، 18: 18)

اور اُن کا کتا (اُن کی) چوکھٹ پر اپنے دونوں بازو پھیلائے (بیٹھا) ہے۔

کتے کو یہ مقام اُن غار نشین اولیائے حق کی محبت وصحبت کی بدولت ملا۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ جب وقفے وقفے سے اصحابِ کہف دائیں بائیں کروٹ لیتے تو وہ کتا بھی کروٹ لیتا تھا۔ یہ اُسی صحبت نشینی کا اثر تھا جس کا ذکر وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ میں ہوا۔ تو سوال یہ ہے کہ اصحاب کہف کے کتے نے کتنی نمازیں ادا کیں تھیں کتنے روزے رکھے تھے کتنے حج کیے تھے؟ پھر کیوں اللہ نے اس کتے کا ذکر قرآن کریم میں کیا اور کیوں وہ قیامت کے دن جنت میں جائے گا؟ صرف ایک وجہ اور وہ یہ کہ یہ کتا اللہ والوں سے محبت کرتا تھا اور ان کی صحبت میں رہنے کا خواہشمند تھا اللہ کو یہ بات اتنی پسند آئی کے اس کتے کا ذکر قرآنِ کریم میں کیا اور اب قیامت تک ہوتا رہے گا۔ تو جو بنی اسرائیل کے ولیوں سے محبت کرے اگر کتا بھی ہو تو اللہ اس کو اتنا بلند مقام و مرتبہ عطا فرماتا ہے تو جو اس امت کے اولیاء جو تمام امتوں سے افضل ہیں ان کے سردار اہلبیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کے گھر سے ولایت چلی جو ان سے محبت کرے اس کا کیا مقام و مرتبہ ہوگا اس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔

بہترین شخص کون ہے؟

’’حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **تم میں سے بہترین وہ ہے جو میرے بعد میری اہل کے لئے بہترین ہے۔**‘‘ اس حدیث کو امام حاکم اور امام ابویعلی نے بیان کیا ہے‘‘

أخرجه الحاكم في المستدرك، 3/352، الرقم: 5359

أبو يعلى في المسند، 10/330، الرقم: 5924

قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کون ہوگا؟

’’حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسن اور حسین علیہما السلام کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: جس نے مجھ سے اور ان دونوں سے محبت کی اور ان کے والد سے اور ان کی والدہ سے محبت کی **وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میرے ہی ٹھکانہ پر ہوگا۔**‘‘

ترمذي، الجامع الصحیح، 5:641، ابواب المناقب، رقم:3733

احمد بن حنبل، المسند، 1:77، رقم:576

’’حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً حدیث مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ’’**میں درخت ہوں، فاطمہ اس کی ٹہنی ہے، علی اس کا شگوفہ اور حسن وحسین اس کا پھل ہیں اور اہل بیت سے محبت کرنے والے اس کے پتے ہیں، یہ سب جنت میں ہوں گے، یہ حق ہے حق ہے۔**‘‘

دیلمي، الفردوس بمأثور الخطاب، 1:52، رقم:135

سخاوي، استجلاب ارتقاء الغرف بحب اقرباء الرسول صلي اللہ علیہ وآلہ وسلم وذوي الشرف:99

''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **میں، فاطمہ، حسن، حسین اور جو ہم سے محبت کرتے ہیں قیامت کے دن ایک ہی مقام پر جمع ہوں گے، ہمارا کھانا پینا بھی اکٹھا ہوگا تا آنکہ لوگ (حساب و کتاب کے بعد) جدا جدا کر دیئے جائیں گے۔''**

طبراني، المعجم الكبير، 3:41، رقم:2623

ابن عساکر، تاریخ دمشق الکبیر، 13:227

هيثمي، مجمع الزوائد، 9:174

کسی شخص کو اس کا عمل فائدہ نہیں دے گا مگر اہل بیت کی معرفت کے سبب

عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ: أَنَّ رَسُوْلَ االلّٰهِ صلي الله عليه وآله وسلم قَالَ: الْزِمُوْا مَوَدَّتَنَا أَهْلَ الْبَيْتِ، فَإِنَّهُ مَنْ لَقِيَ االلّٰهِ عزوجل وَهوَ يَوَدُّنَا دَخَلَ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِنَا، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ: لاَ يَنْفَعُ عَبْدًا عَمَلُهُ إِلاَّ بِمَعْرِفَةِ حَقِّنَا. رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ.

''حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **ہم اہل بیت کی محبت کو لازم پکڑو پس بے شک وہ شخص جو اس حال میں اللہ سے ملا کہ وہ ہم سے محبت کرتا تھا تو وہ ہماری شفاعت کے صدقے جنت میں داخل ہوگا اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کسی شخص کو اس کا عمل فائدہ نہیں دے گا مگر ہمارے حق کی معرفت کے سبب۔'' اس حدیث کو امام طبرانی نے بیان کیا ہے۔**

الطبراني في المعجم الاوسط، 2/360، الرقم:2230، والهيثمي في مجمع الزوائد، 9/172

'حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے علی! تو اور تیرے (چاہنے والے) مددگار (قیامت کے روز)

میرے پاس حوض کوثر پر چہرے کی شادابی کے ساتھ اور سیراب ہو کر آئیں گے اور ان کے چہرے (نور کی وجہ سے) سفید ہوں گے اور بے شک تیرے دشمن (قیامت کے روز) میرے پاس حوض کوثر پر بدنما چہروں کے ساتھ اور سخت پیاس کی حالت میں آئیں گے۔''

اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

الحديث رقم 17: أخرجه الطبراني في المعجم الكبير، 1/ 319، الرقم: 948، الهيثمي في مجمع الزوائد، 9/ 131.

آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام نماز کی نماز ہے

رب تعالیٰ نے اپنی اس عظیم عبادت میں اپنی ثنا شروع میں ایک بار رکھی جبکہ ساری نماز ختم کر کے تشہد میں اپنے محبوب پر درود وسلام تین بار رکھا۔ فرمایا میرے محبوب کو خطاب کر کے کہو السلام عليك ايها النبی ورحمة الله وبركاته.

''یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ پر سلام ہو۔ اللہ کی رحمت ہو اور اس کی برکت حاصل ہو''۔

امام شافعی نے فرمایا:

يَا آلَ بَيْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ حُبُّكُمْ
فَرْضٌ مِّنَ اللّٰهِ فِي الْقُرْآنِ اَنْزَلَهُ

''اے اہل بیت رسول تمہاری محبت اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرض کر دی ہے اور اس کا حکم قرآن میں نازل ہوا ہے۔''

يَكْفِيْكُمْ مِنْ عَظِيْمِ الْفَخْرِ اَنَّكُمْ
مَنْ لَمْ يُصَلِّ عَلَيْكُمْ لَا صَلَاةَ لَهُ

''اے اہل بیت تمہاری عظمت اور تمہاری شان اور تمہاری مکانت کی بلندی کے لئے اتنی

دلیل کافی ہے کہ جو تم پر درود نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔''

''حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے نماز پڑھی اور مجھ پر اور میرے اہل بیت پر درود نہ پڑھا اس کی نماز قبول نہ ہوگی۔ حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر میں نماز پڑھوں اور اس میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پاک نہ پڑھوں تو میں نہیں سمجھتا کہ میری نماز کامل ہوگی۔'' اسے امام دار قطنی اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔

الحديث رقم 25: أخرج الدارقطني في السنن، 1 / 355، الرقم: 6، 7، بيهقي في السنن الكبري، 2 / 530، الرقم: 3969، وابن الجوزي في التحقيق في أحاديث الخلاف، 1 / 402، الرقم: 544، والشوكاني في نيل الأوطار، 2 / 322.

نماز میں باری تعالیٰ نے توحید و رسالت کی شہادت ایک بار رکھی جبکہ تین مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام رکھا جسے نماز کی قبولیت کا سبب بنایا گیا۔ اس لئے آقا علیہ السلام نے فرمایا مجھ پر درود پڑھو کیونکہ یہ درود تمہارے اعمال کی زکوۃ ہے۔

ذکر اہل بیت پر فرشتوں کا نزول

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے

عِنْدَ ذِكْرِ الصَّالِحِيْنَ تَنَزَّلُ الرَّحْمَةُ

جہاں بھی صالحین کا تذکرہ ہوتا ہے ذکر ہوتا ہے وہاں پر اللہ کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے (حلیۃ الاولیاء، رقم ۱۰۷۵۰، ج ۷، ص ۳۳۵)۔ تو جہاں صالحین کے سردار اولیاء کے سردار اور اُس گھرانے کے لوگوں کا ذکر ہو کہ جہاں سے ولایت چلی جہاں سے صالحیت چلی

وہاں پر اللہ عز وجل کا کس قدر کرم ہوتا ہوگا کس قدر انوار و رحمتوں کی بارش ہوتی ہوگی اس کا اندازہ نہیں لگائے جا سکتا چنانچہ۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جہاں پر بھی اہلِ بیعت کا ذکر ہوتا ہے فرشتوں کا نزول ہوتا ہے ایک کتاب ینابیع المودۃ اہلِ سنت والجماعت کی مشہور کتاب ہے فضائلِ اہلِ بیت میں اور اس کے لکھنے والے بزرگ ہیں سلیمان حسینی قندوزی، اس کتاب میں لکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہاں پر جس جگہ پر ہمارا ذکر ہوتا ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت کا وہاں پر فرشتوں کا نزول ہوتا ہے فرشتے اس مجلس میں حاضر ہوتے ہیں جب وہ محفل ختم ہو جاتی ہے ذکر ختم ہو جاتا ہے لوگ منتشر ہو جاتے ہیں تو فرشتے واپس آسمانوں کی طرف جاتے ہیں۔ آسمانوں کے فرشتے ان سے پوچھتے ہیں کہ تم لوگ کہاں سے آرہے ہو کہ تم سے بڑی بھینی بھینی اور بڑی عمدہ خشبویں آرہی ہیں۔

تو زمین سے جانے والے فرشتے کہتے ہیں کہ ہم اہلِ بیت کی، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر کی مجلس میں سے آرہے ہیں تو آسمانوں کے فرشتے کہتے ہیں کہ بھئی ہمیں بھی وہاں لے چلو جہاں بھی یہ ذکر ہو رہا تھا تو زمین سے جانے والے فرشتے کہتے ہیں کہ بھئی ذکر تو ختم ہو گیا مجلس ختم ہو گئی لوگ منتشر ہو گئے۔ تو آسمانوں والے فرشتے کہتے ہیں کہ لوگ منتشر ہو گئے تو کیا ہوا؟ زمین کا وہ قطعہ جس جگہ پر اہلِ بیت کا ذکر ہوا ہے وہ تو اپنی جگہ موجود ہے چلو ہمیں لے کر ہم اس قطعے زمین کی ہی زیارت کر لیں۔

تو اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اہلِ بیت اطہار کا جس جگہ پر جس مقام پر ذکر ہو وہ جگہ فرشتوں کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے اور فرشتے بھی اس جگہ کو دیکھنے کے لیے کوشاں ہوتے ہیں۔

پنجتن پاک

’’حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب آیتِ مباہلہ ’’آپ فرما دیں آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں اورتم اپنے بیٹوں کو بلاؤ‘‘ نازل ہوئی توحضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی، فاطمہ، حسن اور حسین علیہم السلام کو بلایا، پھر فرمایا: یا اللہ! یہ میرے اہل (بیت) ہیں۔‘‘

مسلم، الصحیح، 4:1871، کتاب فضائل الصحابہ، رقم: 2404.. ترمذي، الجامع الصحیح، 5:225، کتاب تفسیر القرآن، رقم: 2999۔ احمد بن حنبل، المسند، 1:185، رقم: 1608۔ حاکم، المستدرک، 3:163، رقم: 4719

’’حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ’’اے نبی کے گھر والو! اللہ چاہتا ہے کہ تم سے (ہر طرح کی) آلودگی دور کر دے اورتم کوخوب پاک وصاف کر دے‘‘ کے بارے میں فرماتے ہیں: یہ آیت مبارکہ ان پانچ ہستیوں کے بارے میں نازل ہوئی: حضور نبی اکرم، علی، فاطمہ، حسن اور حسین علیہم الصلوۃ والسلام۔‘‘

فائدہ: انہی پانچ ہستیوں کی متذکرہ تخصیص کے باعث عامۃ المسلمین میں ’’**پنج تن**‘‘ کی اِصطلاح مشہور ہے۔ جو شرعاً درست ہے اس میں کوئی مبالغہ یا اعتقادی غلو ہرگز نہیں۔ طبرانی، المعجم الاوسط، 3:80، رقم: 3456۔ طبرانی، المعجم الصغیر، 1:23، رقم: 325۔ ابن حبان، طبقات المحدثین، 3:384

حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ اہلبیت کا وسیلہ

سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اس آیت

فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنۡ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيۡهِ‌ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيۡمُ (37 - البقرة)

پھر سیکھ لئے آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمے تو اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمائی

اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جب حضرت آدم اور حوا علیہ السلام جنت میں تھے تو جبریل انہیں سیم و زر یعنی سونے چاندی سے بنے ایک محل میں لے گئے وہاں ایک یاقوت کا تخت بچھا ہوا تھا اس میں ایک نور کا قبا تھا اس قبے میں نورانی صورت تھی جس کے سر پر تاج کانوں میں مروارید کے گوشوارے گردن میں نور کا گلوبند تھا۔ آدم حوا نے اس نور عظیم کو دیکھا تو متحیر ہو کے پوچھا کہ یہ کس کی صورت ہے؟ جبریل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ سیدہ کائنات حضرت فاطمہ الزہرہ سلام اللہ علیہا ہیں اور تاج ان کے والد گرامی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں گلوبند ان کے شوہر جنابِ علی المرتضی ہیں اور مروارید کے گوشوارے سیدنا حسن اور حسین علیہ السلام ہیں۔

آدم علیہ السلام نے دیکھا کہ قبے پر پانچ کلمے ترتیب وار لکھے ہیں

میں محمود ہوں اور یہ محمد ہے

میں عالی ہوں اور یہ علی ہے

میں فاطر ہوں اور یہ فاطمہ ہے

میں محسن ہوں اور یہ حسن ہے

مجھ سے احسان ہے اور یہ حسین ہے

جبریل علیہ السلام نے فرمایا اے آدم علیہ السلام آپ ان ناموں کو یاد کر لیں کہ آپ کو ان کی ضرورت ہوگی۔

جب آدم زمین پر آئے تین سو برس روتے رہے پھر آخر حق تعالیٰ نے القا فرمایا تو آدم علیہ السلام نے ان مقدس اسماء کے وسیلے سے دعا کی اور کہا کہ یا اللہ بحق محمد و علی و فاطمہ و حسن و حسین مجھے بخش دے اور میری توبہ قبول فرما ابھی دعا مانگ رہے تھے کہ جبریل علیہ السلام نے آدم علیہ السلام کو حق تعالیٰ کا سلام پہنچایا اور کہا کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر آپ نے ان ناموں کے وسیلے سے اپنی تمام اولاد کی بخشش بھی طلب کی ہوتی تو ہم سب کو بخش دیتے۔

اہلبیت وسیلہِ عظمیٰ

شفاء تنزیل عربی زبان میں قرآن مجید کی تفسیر تین جلدوں میں۔ اس میں اہلِ بیت کی شان میں آیات کو جمع کیا گیا ہے اس میں آیا ہے کہ

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَ ابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَ جَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ

کہ میری طرف آنے کے لیے وسیلہ پکڑو یہاں وسیلے سے مراد اہلِ بیت کا وسیلہ ہے اور یہ بات صحیح بھی ہے کہ اگر وسیلے سے مراد مرشدِ کامل یا اولیاء اللہ لیے جائیں تو تمام اولیاء اللہ میں تمام مرشدانِ حق میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا اہلِ بیتِ اطہار کا ہی فیض ہے تو وسیلہِ عظمیٰ جو ہے وہ انہی حضرات کی ذاتِ گرامی ہوئی جملہ اولیاء اللہ اہلِ بیتِ اطہار کے معترف رہے ان کی تعریف و توصیف اور ذکر میں رہے ان کو اپنا وسیلہِ عظمیٰ سمجھتے رہے۔

سیدۃ نساء العالمین۔ تمام عالم کی عورتوں کی سردار

یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہی لاڈلی بیٹی ہیں جن سے تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میری فاطمہ کیا تو اس بات پر راضی ہے کہ ساری کائنات کے مومنوں کی

عورتوں کی تو سردار ہو۔

صحیح مسلم میں حضرت عروہ بن زبیر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دنیا سے پردہ فرمانے کے آخری دنوں میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کانوں میں کچھ راز کی بات کہی جس سے ایک دفعہ تو وہ مغموم ہوکر رونے لگیں جبکہ دوسری دفعہ مسکرا پڑیں بعد میں ان سے پوچھا گیا کہ رونے کی کیا وجہ تھی تو وہ فرمانے لگیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کی خبر کی وجہ سے روئیں جبکہ مسکرانے کی وجہ دریافت کرنے پر کہنے لگیں کہ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: الاترضین ان تکونی سیدۃ نساء اهل الجنۃ او نساء المؤمنین

اے فاطمہ کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تمام جنتی عورتوں کی سردار تم ہو یا تمام مسلمان عورتوں کی سردار تم ہو۔

صحیح البخاري، 512:1

لصحیح لمسلم، 91:2

امام حاکم سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا: یا فاطمۃ الاترضین ان تکونی سیدۃ نساء العالمین؟ و سیدۃ نساء المؤمنین؟ و سیدۃ نساء هذه الامۃ

اے فاطمہ کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تمام عالم کی عورتوں کی سردار بنائی جاؤ اور تمام مومنوں کی عورتوں کی سردار ہو؟ اور اس امت کی تمام عورتوں کی سردار ہو؟

صحیح مسلم، 291:2

المسند، 156:3

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کائنات میں افضل ترین

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عقیدہ

عن عائشة قالت مارأيت افضل عن فاطمة غير ابيها

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خود بیان کیا ہے کہ **میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا فاطمہ سے کائنات میں کسی کو افضل نہیں دیکھا۔**

(رواه الطبرانی فی الاوسط)

(مجمع الزوائد، 9: 201)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں کہ رب ذوالجلال کی عزت کی قسم کہ میں نے مصطفیٰ مجتبیٰ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا فاطمہ سے افضل کائنات میں کوئی نہیں دیکھا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفقتوں کا یہ عالم ہے کہ اس عالم کی کوئی انتہا ہی نہیں کیونکہ ولایت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آغاز علی رضی اللہ عنہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہونا تھا۔ امامت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہوگی مگر چلے گی فاطمہ اور علی سے۔

محبت آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سیکھو

دورِ صَحابہ سے لے کر آج تک اُمّتِ مسلمہ اہلِ بیت سے محبت رکھتی ہے، چھوٹے بڑے سبھی اہلِ بیت سے مَحبت کا دَم بھرتے ہیں۔ حضرت علّامہ عبدالرءوف مُناوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کوئی بھی امام یا مجتہد ایسا نہیں گزرا جس نے اہلِ بیت کی محبت سے بڑا حصّہ اور نُمایاں فخر نہ پایا ہو۔ (فیض القدیر، ج 1، ص 256) حضرت علّامہ یوسف بن اسماعیل

نبہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب اُمّت کے ان پیشواؤں کا یہ طریقہ ہے تو کسی بھی مؤمن کو لائق نہیں کہ ان سے پیچھے رہے۔ (الشرف المؤبد لآل محمد، ص 94)

صَحابہ ٔ کرام جو خود بھی بڑی عظمت و شان کے مالک تھے، وہ عظیمُ الشّان اہلِ بیتِ اطہار سے کیسی محبت رکھتے تھے اور اپنے قول وعمل سے اس کا کس طرح اِظْہار کیا کرتے تھے! آیئے اس کی چند جھلکیاں دیکھتے ہیں:

صدیقِ اکبر کی اہلِ بیت سے محبت

قربان جایئے خلیفہ اول کی اہلبیت سے محبت وعقیدت پر جو یارِ غار و یارِ مزار ٹھہرے، وہ کہ جن کو بارگاہِ خداوندی سے ثانی اثنین کا لقب ملا، ان کا عمل دیکھیے

حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے والدِ ماجد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہُ عنہ کو دیکھا کہ وہ مولا علی کرم اللہ وجہہ کے چہرے کی طرف بار بار دیکھتے ہیں، میں نے پوچھا: **اے میرے والدِ محترم! آپ حضرت علی کے چہرے کو بار بار دیکھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں نے پیارے آقا صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "علی کے چہرے کی طرف نظر کرنا عبادت ہے۔** تاریخ ابن عساکر، 42/350

ایک موقع پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے اہلِ بیت کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا: **اس ذات کی قسم جس کے قبضہ ٔ قدرت میں میری جان ہے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا مجھے اپنے قرابت داروں سے صلہ ٔ رحمی کرنے سے زیادہ محبوب وپسندیدہ ہے۔** (بخاری، 2/438، حدیث: 3712)

ایک بار حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: **رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احترام کے پیشِ نظر اہلِ بیت کا احترام کرو۔** (بخاری، 2/438، حدیث: 3713)

حضرت عمرؓ فاروق اور محبت اہل بیت

حضرت عمرؓ اپنے حجرہ خاص میں بیٹھے تھے کچھ مہمان آئے ہوئے تھے حضرت عمرؓ کے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ ملنے آئے فرمایا میں ملنے آیا ہو حضرت عمرؓ نے کہا وہاں باہر کھڑے ہو جا میں فارغ نہیں اور کوئی بھی آئے تو اندر نا بھیجنا حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ تھوڑی دیر گزری تو امام حسنؓ آ گئے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو کھڑے دیکھا تو پوچھا امیر المومنین کہاں ہے فرمانے لگے وہ تو اندر ہے مہمانوں سے باتیں کر رہے ہیں انہوں نے بولا تھا کہ کوئی آئے تو اندر نہیں بھیجنا عبداللہ بن عمرؓ نے کہا شہزادے آپ اندر جانا چاہیں تو میں نہیں روکتا آپ جانا چاہیں تو آپ جا سکتے ہیں انہوں نے کہا کیا ضرورت ہے ابھی ظہر کی نماز ہوگی مسجد جاؤں گا اور عمرؓ سے ملاقات ہوگی تو مل لونگا اندر جانا ضروری تو نہیں جناب سیدنا امام حسنؓ واپس چلے گئے جب بات چیت ختم ہوگئ مجلس برخاست کی تو حضرت عمر فاروقؓ باہر تشریف لائے عبداللہؓ سے کہا کہ کیا کام ہے کیوں آئے ہو۔تو عبداللہ ڈرتے ہوئے کہنے لگے کہ حضور میری تو خیر ہے امام حسنؓ آئے تھے تو کہا پھر کیا ہوا تو نے روکا تو نہیں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہنے لگے میں نے تو کہا تھا آپ جانا چاہیں تو اندر چلے جائیں لیکن انہوں نے کہا کہ ظہر کے وقت مسجد میں مل لونگا کہتے ہے حضرت عمرؓ کے چہرے کا رنگ ہی بدل گیا سارے کام چھوڑ کر دوڑے گئے میں پیچھے پیچھے تھا امام حسنؓ کے دروازے پر دستک دی امام حسنؓ باہر آئے کہنے لگے شہزادے ملنے آئے تھے ملے کیوں نہیں واپس کیوں آ گئے حضرت امام حسنؓ کہنے لگے امیر المومنین آپ کیوں تشریف لائے مجھے چھوٹا سا کام تھا مسجد میں ظہر کے وقت ملاقات ہو جاتی اور ویسے بھی آپ کا اپنا بیٹا دروازے پہ کھڑا تھا حضرت عمرؓ نے جب یہ لفظ سنے تو چیخ ہی نکل گئی رو پڑے

کہنے لگے میرے بیٹے اورآپ کا کیا مقابلہ؟ شہزادے کیااس کاباپ علیؓ جیسا ہے؟اس کی ماں فاطمہؓ جیسی ہیں؟ کیا اس کی نانی خدیجہؓ جیسی ہیں؟ کیا اس کے نانا بھی محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسے ہیں؟اور پھر جوش وجذبات میں اپنے سر سے پگڑی اتار دی اور کہنے لگے بیٹا میں مکہ کی صحراوں میں اونٹ چرایا کرتا تھااور مجھ سے دس اونٹ نہیں سنبھالے جاتے تھے میرے والدخطاب مجھے ڈنڈوں سے مارا کرتے تھے یہ جو میرے سر پرعزت کے بال ہیں یہ تیرے نانا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اگائے ہوئے ہے آپ ایسا نا کریں۔

(الصواعق المحرق، ج:2،ص:521)

سیدنا غوث پاک کی اہل بیت اطہار سے محبت اور مودت

پر کیف انداز اور کیفیت میں لکھا ایک دلکش کلام

سیدنا غوث الاعظم حضرت عبدالقادر جیلانیؒ جوتمام اولیاء اللہ کے سردار ہیں وہ فرماتے ہیں

دلم ز حبِّ محمد پُر است و آلِ مجید ۔ گواہ حالِ منست ایں همه حکایاتم

کہ میرادِل محمد صلی اللہ علیہ وسلم اوران کی برگزیدہ آل کی محبت سے بھرا ہوا ہے لبریز ہے اور میں تمہیں اپنی اس حالت کا کیا گواہ پیش کروں میری اس حال کے اوپر جو میری حکایات ہیں میری کیفیات ہیں میری تقاریر ہیں میرے بیانات ہیں یہ سب میری اس حال پر گواہ ہیں پھر آپ فرماتے ہیں ۔ز غیر آلِ نبی حاجتے اگر طلبم ۔روا مداری یکے از هزار حاجاتم کہ اگر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل کی وسیلے کے بغیر اللہ سے کچھ طلب کروں تو اگر ہزار حاجات بھی ہوں تو ان میں سے ایک بھی حاجت پوری نہ ہو سیدنا غوث اعظم فرماتے ہیں کہ

حسینُ سیدی سندی امامِ کہ حسین میرا سردار ہے میری سند ہے میرا امام ہے رسول جده خیر الانامِ اوران کے رسول جد ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ خیر الانامِ ہیں شفیع الخلق فی یوم القیامِ کہ قیامت کے دن ساری امت کی وہ شفیع ہیں صبا ! بلغ علیه السلامِ

اے صباہ میرا اسلام حسین علیہ السلام کی ذات مقدسہ تک پہنچا دے

کلام سیدنا حضرت عبدالقادر جیلانیؒ

غلام حلقه بگوشِ رسول و ساداتم

زهے نجات نمودن حبیب آیاتم

(میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جملہ سادات کا دست بستہ غلام ہوں۔ ہماری نجات کے لیے یہ کتنی محبوب نشانیاں موجود ہیں۔)

کفایت است ز روح رسول و اولادش

همیشه در دو جهاں جملهٔ مهمّاتم

(رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؐ کی اولاد کی ارواح فتوح، دونوں جہاں کے امور کے لیے اور جملہ مہمات کے لیے کفایت کرنے والی ہیں۔)

ز غیر آلِ نبی حاجتے اگر طلبم

روا مداری یکے از هزار حاجاتم

(اگر میں آلِ نبیؐ کے وسیلہ کے بغیر اپنے پروردگار سے مانگوں تو ایک ہزار حاجتوں میں سے ایک بھی حاجت پوری نہ ہو۔)

دلم ز حبِّ محمد پُر است و آلِ مجید

گواهِ حالِ منست ایں همه حکایاتم

(میرا دل حبِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؐ کی برگزیدہ آل کی محبت سے معمور ہے۔ میرا حال اور کیفیت میرے اس فلسفے اور عقیدت پر گواہ ہے۔)

چوں ذرّہ ذرّہ شود ایں تنم بخاکِ لحد

تو بشنوی صلوات از جمیع ذرّاتم

(جب قبر میں میرا تن خاک میں ذرہ ذرہ ہوجائے گا تو اے دنیا والو! تم میرے جسم کے تمام ذرات خاکی سے صلوٰۃ کی آوازیں سنو گے۔)

غلامِ خادمِ خدامِ خاندانِ تو ام

ز خادمی تو دانم بود مهاباتم

(یا نبی اللہ! میں آپؐ کے خاندان کے خادموں کے خادم کا بھی غلام ہوں۔ مجھے جو یہ عظیم الشان رتبہ ملا ہے وہ اسی غلامی کے باعث ملا ہے۔)

سلام گویم و صلوات با تو هر نفسے

قبول کن بکرم ایں سلام و صلواتم

(یا نبی اللہ! میں ہر سانس کے ساتھ اور ہر دم آپؐ پر درود و سلام پڑھتا ہوں۔ اسے از راہِ لطف و کرم قبول فرمالیجئے۔)

علامہ اقبال کا اہلِ بیت سے عشق

اقبالؒ ایک سچے عاشقِ رسول ﷺ ہونے کے ساتھ ساتھ اہل بیت کے بھی مداح اور شیدا تھے۔اس کا ابدی مظہر آپؒ کے کلام میں متعدد بار نظر آتا ہے۔آپؒ کبھی واقعہ کربلا میں صبر حسینؑ کا تذکرہ کر کے عشق کو جِلا بخشتے ہیں، کبھی داستانِ حرم میں حسینؑ کو منتہا بیان کرتے ہیں، کہیں قافلہ حجاز میں حسینؑ کی کمی کا گلہ کرتے ہیں اور کبھی دلِ مرتضیٰؑ کے حاصل کرنے کی استدعا کرتے دکھائی دیتے ہیں۔مگر آپ کا اہل بیت سے عشق کا حقیقی وابدی مظہر آپ کے مجموعے 'اسرار ورموز' کی نظم 'فاطمۃ الزہرہؑ' میں نظر آتا ہے۔جس میں آپؒ حضرت زہرہؑ کی بزرگی ومرتبے کا موازنہ حضرت عیسیٰؑ کی والدہ حضرت مریمؑ کی بزرگی ومرتبے سے کرتے ہیں۔اورحضرت زہرہؑ تین نسبتوں سے حضرت مریمؑ سے برتر ہیں۔آپ اسکا نقشہ کچھ یوں کھینچتے ہیں۔

مریمؑ از یک نسبت عیسیٰؑ عزیز

از سہ نسبت حضرت زہراؑ عزیز

اقبالؒ فرماتے ہیں کہ بلا شبہ حضرت مریمؑ اللہ کے نزدیک بے حد مقام اور بزرگی والی ہیں لیکن یہ مقام صرف اس لیے ہے کہ آپ ایک پیغمبر حضرت عیسیٰؑ کی والدہ محترمہ ہیں۔اس کے برعکس سیدہ کائنات حضرت زہرہؑ آپؑ کے مقابل تین نسبتوں سے افضل اور زیادہ مرتبے وبزرگی والی ہیں۔

نور چشم رحمۃ للعالمین

آن امام اولین وآخرین

اقبالؒ پہلی نسبت کا ذکر یہ بیان کرتے ہیں کہ آپؑ اس عالیٰ و بالا ہستی کی بیٹی ہیں جو تمام جہانوں کے لیے سراپا رحمت ہیں آپ ﷺ تمام انبیاء، تمام اگلوں اور پچھلوں کے امام ہیں۔ آپ ﷺ نے اسلام جیسا نیا آئین متعارف کرایا جس نے عرب کے مردہ اور جاہل لوگوں کی زندگیوں میں اک نئی رمق دے کر ان کی زندگیوں کو اک نئے سانچے میں ڈھال دیا اور دنیا کی مہذب قوم بنا دیا۔

بانوی آن تاجدار ’ھل اتٰی‘

مرتضیٰ، مشکل کشا، شیرِ خدا

اقبالؒ دوسری نسبت کو حضرت علیؑ سے منسوب کرتے ہیں کہ آپؑ ایسی ہستی کی زوجہ محترمہ ہیں جن کے سر پر ’ھل اتٰی‘ کا تاج ہے۔ اقبالؒ اس شعر میں ھل اتٰی کا استعارہ استعمال کرتے ہوئے خاندانِ رسول ﷺ کے ایک واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ ایک دفعہ خاندانِ نبوت ﷺ نے رسول اللہ ﷺ کے کہنے پر تین دن روزہ رکھنے کا قصد کیا۔ پہلے روز عین افطار کے وقت ایک سائل در پہ آ گیا اور مولا مشکل کشا نے گھر کا تمام سامان اس کو دے دیا اور خود خاندانِ رسول ﷺ نے پانی سے روزہ افطار کیا۔ دوسرے اور تیسرے دن بھی ایسا ہی ہوا، یہ امر اللہ کے ہاں اتنا مقبول ہوا کہ جبرائیل امینؑ سورۃ ھل اتٰی (سورۃ دہر) لے کر نازل ہوئے۔ اقبالؒ فرماتے ہیں کہ اللہ نے حضرت علیؑ کو بادشاہت عطاء کی مگر تقوی کا یہ عالم تھا کہ آپؑ کا کُل سامان ایک تلوار اور ایک زرہ تھی۔ آپؒ فرماتے ہیں آپؑ رتبہ میں مرتضیٰ، مشکل کشا اور شیر خدا ہیں۔

مادر آں مرکز پرکار عشق

مادر آں کاروان سالار عشق

اقبالؒ تیسری نسبت حضرت حسنؑ اور حضرت حسینؑ سے منسلک کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت زہراؑ اُن ہستیوں کی ماں ہیں جن پر خود عشق انحصار کرتا ہے اور وہ عشق کے قافلے کے سردار اور عشق کا عین مرکز ہیں۔ حضرت حسنؑ کو آپؒ محفلِ حرم کی مانند قرار دیتے ہیں کیونکہ آپؑ نے جنگ اور نفرت کی آگ بجھانے کے لیے تخت و تاج کو ٹھوکر ماردی۔ جس سے مسلم برادری میں اتحاد قائم رہا اور امت مسلمہ کی لاج رہی۔

آپؑ حسینؑ کی والدہ ہیں جو کہ نیک سیرت لوگوں کے مولا ہیں۔ زندگی میں جذبہ حسینؑ ہی سے ہے۔ جنہوں نے مردانِ حُر یعنی حریت پسند لوگوں کو قوت بخشی اور اہل حق کو آزادی کا سبق سکھایا۔ قصہ کوتاہ، اقبالؒ حضرت زہراؑ کی شخصیت سے بے حد متاثر تھے۔ آپؑ ایسی ہستی تھیں کہ جنہوں نے تمام نوری و ناری مخلوق تابع ہونے کے باوجود اپنی رضا کو مرتضیٰؑ کی رضا میں گم کر دیا۔ آپؑ چکی تو پیستیں مگر زبان تلاوت قرآن میں مصروف رہتی، آپؑ خوفِ خدا اور صبر و رضا کا پیکر تھیں۔ آپؑ نے کبھی حالات پر گریہ وزاری نہ کی بلکہ نماز میں خوفِ خدا سے آنسو بہاتیں۔ اقبالؒ فرماتے ہیں کہ جبرائیل امین آپؑ کے ان آنسوؤں کو جمع کر کے لے جاتے ہوں گے اور عرش بریں پہ شبنم کے قطروں کی طرح سجاتے ہوں گے۔ اقبالؒ تمام ماؤں کو آپؑ کی پیروی کرنے کی نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بیٹوں میں جوہر ماں ہی کی طرف سے آتے ہیں۔

رشتہ آئین حق زنجیر پاست
پاس فرمان جناب مصطفی است
ورنہ گرد تربتش گردیدمی
سجدہ ہا بر خاک او پاشیدمی

آخر میں اقبالؒ اپنے عشق کی انتہا کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر مجھے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت اور دینِ اسلام کا پاس نہ ہوتا تو میں زہرا کی قبر کا طواف کرتا اور ان کی قبر کو سجدہ کرتا۔

اللہ تعالیٰ اس شخص سے محبت کرتا ہے جو حسین سے محبت رکھتا ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

حسين منى وأنا من الحسين، أحبّ الله من أحبّ حسيناً، حسين سبط من الأسباط

حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔ اللہ اس سے محبت کرتا ہے جو حسین سے محبت کرتا ہے، حسین میرے بیٹوں میں سے ایک بیٹا ہے۔

(سنن الترمذی:3775 وقال: ھذا حدیث حسن، مسند احمد 4/172)

اللہ کی محبت چاہئیے تو حسنینؑ سے محبت کرو

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسن و حسین علیہما السلام کے لئے فرمایا: ’’جس نے ان سے محبت کی اس سے میں نے محبت کی، اور جس سے میں محبت کروں اس سے اللہ محبت کرتا ہے، اور جس کو اللہ محبوب رکھتا ہے اسے نعمتوں والی جنتوں میں داخل کرتا ہے۔‘‘

طبراني، المعجم الکبیر، 3:50، رقم:2655۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، 9:181۔ شوکاني، درالسحابہ في مناقب القرابہ والصحابہ:307

’’سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کو فرماتے ہوئے سنا: جس نے حسن اور حسین علیہما السلام سے محبت کی، اُس نے مجھ سے محبت کی، اور جس نے مجھ سے محبت کی اس سے اللہ نے محبت کی، اور جس سے اللہ نے محبت کی اس نے اسے جنت میں داخل کر دیا۔'' حاکم، المستدرک، 3:181، رقم:4776

حسنینؑ سے محبت درحقیقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت ہے

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے حسن اور حسین علیہما السلام سے محبت کی، اس نے درحقیقت مجھ ہی سے محبت کی۔''

ابن ماجہ، السنن، باب في فضائل اصحاب رسول اللہ صلي اللہ علیہ وآلہ وسلم، 1 : 51، رقم : 143۔ نسائي، السنن الکبریٰ، 5 : 49: رقم : 8168 احمد بن حنبل، المسند، 2 : 288، رقم : 7863

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اے اللہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر

''حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسنین کریمین علیہما السلام کی طرف دیکھ کر فرمایا: اے اللہ! میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر۔''

1۔ ترمذی، الجامع الصحیح، 5:661، ابواب المناقب، رقم:3782

2۔ ذھبي، سیر اعلام النبلاء، 3:252

ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔

’’حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر۔‘‘

1. احمد بن حنبل، المسند، 446:2، رقم: 9758

2. احمد بن حنبل، فضائل الصحابہ، 775:2، رقم: 1371

’’حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی: اے اللہ! میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر اور ان سے محبت کرنے والے سے بھی محبت کر۔‘‘

1. ترمذی، الجامع الصحیح، 656:5، ابواب المناقب، رقم: 3769

2. ابن حبان، الصحیح، 423:15، رقم: 6967

جس نے حسنین کریمین علیہما السلام سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا

امام حسین کے ذکر سے بھاگنے والے اور ان کا ذکر روکنے والے وہ ہیں جن کے دلوں میں بغضِ حسینؑ ہے۔

’’حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے حسن اور حسین سے بغض رکھا اس نے مجھ ہی سے بغض رکھا۔‘‘

1. ابن ماجہ، السنن، باب في فضائل اصحاب رسول اللہ صلي اللہ علیہ وآلہ وسلم، 51:1، رقم: 143

2. نسائي، السنن الکبري، 49:5: رقم: 8168

3. احمد بن حنبل، المسند، 288:2، رقم: 7863

حسنین کریمین علیہما السلام ہی میرے گلشن دُنیا کے پھول ہیں

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے: وہ دونوں (حسن و حسین علیہما السلام) ہی تو میرے گلشن دُنیا کے دو پھول ہیں۔''

1. بخاري، الصحيح، 3:1371، كتاب فضائل الصحابه، رقم: 3543

2. احمد بن حنبل، المسند، 2:85، رقم: 5568

3. ابن حبان، الصحيح، 15:425، رقم: 6969

جس جنت کے سب طلبگار ہیں،

حسنین کریمین اسی جنت کے سردار ہیں

''حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حسن اور حسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔''

ترمذي، الجامع الصحيح، 5:656، ابواب المناقب، رقم: 3768۔ نسائی، السنن الكبري، 5:50، رقم: 8169۔ ابن حبان، الصحيح، 15:412، رقم: 6959۔ احمد بن حنبل، المسند، 3:3، رقم: 11012

خاتون جنت کے فرزندان ذی حشم علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے لخت جگر حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کو جنت کے نوجوانوں کا سردار فرمایا گیا ہے اور یہ فرمانا ہے تاجدار کائنات نبی آخر الزمان رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

حسنین کریمین علیہما السلام میرے بیٹے ہیں

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا سے فرمایا کرتے: **میرے دونوں بیٹوں کو بلاؤ پھر آپ ان دونوں**

(پھولوں) کو سونگھتے اور اپنے سینۂ اقدس کے ساتھ چپکا لیتے۔''

ترمذي، الجامع الصحيح، 5:657، ابواب المناقب، رقم: 3772۔ ابويعلیٰ، المسند، 7:274، رقم: 4294۔ محب طبري، ذخائرالعقبي في مناقب ذوي القربیٰ، 1:121

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسن و حسین علیہما السلام کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: **یہ میرے بیٹے ہیں۔''**

ذهبي، سير أعلام النبلاء، 3:284۔ ديلمي، الفردوس، 4:336، رقم: 6973۔ ابن جوزي، صفوة الصفوة، 1:.763۔ محب طبري، ذخائرالعقبي في مناقب ذوي القربیٰ، 1:124

''ابن زید سے روایت ہے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عیسائی قوم کے ساتھ مباھلہ ہو جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے قول 'ہمارے بیٹے اور تمہارے بیٹے' کے مصداق کن کو اپنے ساتھ لاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حسن اور حسین کو۔''

طبري، جامع البيان في تفسير القرآن، 3:301

عبادت اللہ کی، دھیان حسین علیہ السلام کی طرف

مسند امام احمد بن حنبل میں اور بہت ساری کتبِ حدیث میں آیا حالتِ نماز میں تاجدارِ کائنات سجدے میں جاتے ہیں تاجدارِ کائنات مصلہ پر نماز ادا کر رہے ہیں سجدہ ریز ہوتے ہیں امام حسین شہزادے ہیں چھوٹی عمر کے وہ دوڑ کے آکر پشتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ سوار ہو جاتے ہیں آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشت پر سوار ہوتے ہیں۔ یہ دو واقعات ہوئے ہیں الگ اور دونوں کتبِ حدیث میں آئے ہیں

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے ہمراہ نمازِ عشاء ادا کر رہے تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدے میں گئے تو حسن اور حسین علیہما السلام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشت مبارک پر سوار ہو گئے، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سجدے سے سر اٹھایا تو ان دونوں کو اپنے پیچھے سے نرمی کے ساتھ پکڑ کر زمین پر بٹھا دیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوبارہ سجدے میں گئے تو شہزادگان نے دوبارہ ایسے ہی کیا (یہ سلسلہ چلتا رہا) یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز مکمل کر لی اس کے بعد دونوں کو اپنی مبارک رانوں پر بٹھا لیا۔''

احمد بن حنبل، المسند، 2:513، رقم: 10669

طبراني، المعجم الکبیر، 3:51، رقم: 2659

حاکم، المستدرک، 3:183، رقم: 4782

''حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز ادا فرما رہے تھے، جب سجدے میں گئے تو حسنین کریمین علیہما السلام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشت مبارک پر سوار ہو گئے، جب لوگوں نے انہیں روکنا چاہا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو اشارہ فرمایا کہ انہیں چھوڑ دو۔ یعنی سوار ہونے دو، پھر جب نماز ادا فرما چکے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں کو اپنی گود میں لے لیا۔'

نسائی، السنن الکبریٰ، 5:50، رقم: 8170۔ عسقلانی، الاصابہ في تمییز الصحابۃ، 2:71

محب طبري، ذخائر العقبي في مناقب ذوي القربیٰ، 1:122

یہ سب حوالے اہلِ سنت کی کتبِ حدیث سے دے رہا ہوں تا کہ پتا چلے کہ سنیت وہ ہے جو حسین کے گرد گھومے حسین کی بارگاہ میں ربِ کائنات کی عزت کی قسم حسین کی بارگاہ میں سنیت اور شیعت ایک ہو جاتی ہے ایک ہو کے رہنا سیکھو تو دو حدیثیں الگ ہیں تو جب پشتِ مصطفیٰ ﷺ پر سوار ہو گئے تو صحابہ کہتے ہیں ہم نے آنکھوں سے دیکھا۔ عملِ کثیر کر لینا

بار بار کوئی کسی کو اٹھائے پھر اٹھائے پھر اٹھائے پھر اٹھائے نماز ٹوٹ جاتی ہے عملِ کثیر سے نماز ٹوٹ جاتی ہے صحابہِ اکرام کہتے ہیں ہم نے نمازِ مصطفیٰ ﷺ کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا جب آقا علیہ السلام سجدے میں جاتے تو چونکہ حسینؑ چڑھ گئے تھے سجدے میں نماز بھی توڑنا نہیں چاہتے تھے حسینؑ کا دل بھی توڑنا نہیں چاہتے تھے تو جب سجدے میں جاتے اٹھتے تو خود سجدے میں اٹھنے سے پہلے سیدنا حسینؑ کو اتار کر پیار سے بیٹھا دیتے پھر سجدے سے اٹھتے اور جب سجدے میں جاتے دوبارہ تو سجدے میں جاتے ہوئے خود اٹھا کر حسینؑ کو پھر کاندھوں کو بٹھا دیتے مصطفیٰؐ نماز پڑھتے رہے اور حسینؑ کو اٹھاتے بٹھاتے رہے بات یہ بتانے والی ہے جب سجدے میں ہوتے تو حسینؑ کو بیٹھا لیتے کہ حسین کا دل نہ ٹوٹے۔اور دوسرے مقام پر دوسری حدیث میں ہے کہ سجدے میں گئے حسینؑ پشتِ مصطفیٰ ﷺ پہ سوار ہو گیے اور صحابہِ کرام گنتی کرنے لگے سبحان ربی الاعلی تین گزر گئے پانچ گزر گئے سات گزر گئے گیارہ گزر گئے ستر تک پڑھتے چلے گئے سجدہ طویل ہو گیا مصطفیٰ ﷺ نے سجدے سے سر نہیں اٹھایا اتنا طویل وقت سجدے میں گزارا حسینؑ اترے تو حضور ﷺ نے سر مبارک اٹھایا۔سلام پھرنے کے بعد صحابہِ کرام نے پوچھا اتنا طویل سجدہ؟ تو حضور نے ایک ہی بات کی حسینؑ اتر تا تو سر اٹھاتا۔

جن صحابہِ کرام نے مقامِ حسینؑ اور محبت حسینؑ مصطفیٰ ﷺ کی بارگاہ میں دیکھی تھی جنہوں نے زبان کا چوسنا اور کاندوں پر نماز کی حالت میں اُٹھالینا دیکھا تھا اُن ہی صحابہ کا مجمع ہے سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ نے خطبہِ جمعہ ادا فرما رہے منبرِ رسول ﷺ پر کھڑے دورانِ خطبہِ جمعہ حسینؑ ابنِ علی مسجدِ نبی میں آئے جب وہ شہزادے مسجدِ نبوی میں آتے ہیں سیدنا عمرِ فاروق نے خطبہ جمعہ روک دیا منبرِ نبی سے نیچے تشریف لے آئے بڑھ کر حسینؑ کو اٹھا لیا اٹھا کے گود میں بٹھا کر پھر خطبہ شروع کیا صحابہِ کرام نے پوچھا امیر المومنین آپ نے

واجب توڑ دیا خطبۂ جمعہ چھوڑ کر اتر کے حسینؑ کو اٹھا لیا وجہ کیا ہے سید نا فاروق اعظم رض نے فرمایا لوگوں میں **تمہارے واجب کو تکتا یا مصطفیٰ ﷺ کے فرض کو تکتا تم خطبۂ جمعہ کی بات کرتے ہو میں نے حضور ﷺ کے سجدے دیکھیں ہیں حسینؑ کو اٹھا کر کرتے ہیں۔**

راکبِ دوشِ رسول ﷺ

بہر آن شہزادۂ خیر الملل

دوش ختم المرسلین نعم الجمل

بہترین امت (امتِ مسلمہ) کے اس شہزادے (حسین علیہ السلام) کے لیے حضور (ﷺ) ختم المرسلین کا دوش مبارک سواری تھی، اور کیا اچھی سواری تھی۔ (علامہ اقبال رموزِ بے خودی)۔

حسن و حسین علیہما السلام سے جنگ، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اعلان جنگ

''حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین سلام اللہ علیہم سے فرمایا: **جس سے تم لڑو گے میری بھی اس سے لڑائی ہو گی، اور جس سے تم صلح کرو گے میری بھی اس سے صلح ہو گی۔''**

1. ترمذی، الجامع الصحیح، 5:699، ابواب المناقب، رقم: 3870
2. ابن ماجہ، السنن، 1:52، رقم: 145
3. ابن حبان، الصحیح، 15:434، رقم: 6977

’’حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین علیہما السلام کی طرف دیکھا اور ارشاد فرمایا: **جو تم سے لڑے گا میں اس سے لڑوں گا، جو تم سے صلح کرے گا میں اس سے صلح کروں گا** (یعنی جو تمہارا دشمن ہے وہ میرا دشمن ہے اور جو تمہارا دوست ہے وہ میرا بھی دوست ہے)۔‘‘

1. احمد بن حنبل، المسند، 2:442

2. احمد بن حنبل، فضائل الصحابہ، 2:767، رقم:1350

شہادت امام حسین علیہ السلام

اصل میں

شہادت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے

محرم الحرام - تقدس، ادب، تعظیم اور احترام

(قرآن وحدیث کی روشنی میں)

محرم الحرام-تقدس،ادب،تعظیم اوراحترام

محرم الحرام کے ایام ہمیں ان عظیم المرتبت ہستیوں کی یاد دلاتے ہیں جنھوں نے دین اسلام کی بقا کے لیے اپنی جانوں کا نذرانہ بلاخوف وخطر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کر دیا۔ماہِ محرم الحرام کسی خاص فرقے یا گروہ کا مہینہ نہیں ہے بلکہ یہ ہر کلمہ گو مسلمان جس کا اللہ اور رسول ﷺ سے تعلق ہے اس کا مہینہ ہے۔جس جنت کے سب طلبگار رہیں یہ اسی جنت کے سردار امام حسین علیہ السلام کی عظیم شہادت کا مہینہ ہے۔جو آج انہیں بھول گیا وہ یقیناً جنت کے راستے کو بھول گیا۔اس ماہِ مقدس میں شادی کرنا یا خوشیاں منانا سیر وتفریح کرنا ناپسندیدہ اور خیر وبرکت سے خالی عمل ہیں۔

ہم مسلمان جس رسول ﷺ کا کلمہ پڑھتے ہیں یہ مہینہ اسی رسول اکرم ﷺ کے گھرانے آپ کے خاندان کی عظیم قربانی وشہادت کا ہے۔یزیدی فوج نے خاندان رسول ﷺ پر ظلم کے پہاڑ توڑے تین دن تک بھوکا پیاسا رکھ کر شہید کر دیا۔

حضور ﷺ کے غم میں خوشی منانا حضور ﷺ کو تکلیف دینا ہے۔ یہ عمل اس مہینے کے تقدس تعظیم اوراحترام کے خلاف ہے اور کبھی بھی اس میں خیر و برکت نہ ہوگی جس میں رسول ﷺ کی خوشی شامل نہ ہو۔

تین دن کا سوگ؟

رسول اللہ ﷺ کی خوشی کے ساتھ خوشی اور ان کے غم کے ساتھ غم۔محبت،تعظیم اور ادب رسول ﷺ شریعت کی روح ہیں۔کچھ لوگ 3 دن تک سوگ کی بات کرتے ہیں۔تین دن کا سوگ عام میت کا ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم تو تب روئے ہیں جب واقعہ کربلا ہوا بھی نہ تھا یعنی 50 سال پہلے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کا غم قرآن میں

وَ تَوَلّٰى عَنْهُمْ وَ قَالَ یٰۤاَسَفٰى عَلٰى یُوْسُفَ وَ ابْیَضَّتْ عَیْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِیْمٌ(84)قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ یُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِیْنَ(85)

ترجمہ: اور یعقوب نے ان سے منہ پھیرا اور کہا: ہائے افسوس! یوسف کی جدائی پر اور یعقوب کی آنکھیں غم سے سفید ہوگئیں تو وہ (اپنا) غم برداشت کرتے رہے۔ بھائیوں نے کہا: اللہ کی قسم! آپ ہمیشہ یوسف کو یاد کرتے رہیں گے یہاں تک کہ آپ مرنے کے قریب ہوجائیں گے یا فوت ہی ہوجائیں گے۔

تفسیر: صراط الجنان {وَ تَوَلّٰى عَنْهُمْ :اور یعقوب نے ان سے منہ پھیرا۔} یعنی حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بنیامین کی خبر سن کر اپنے بیٹوں سے منہ پھیر لیا اور اس وقت آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا حزن وملال انتہا کو پہنچ گیا، جب بیٹوں سے منہ پھیرا تو فرمایا'' ہائے افسوس! یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی جدائی پر۔ حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے غم میں روتے رہے یہاں تک کہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی آنکھ کی سیاہی کا رنگ جاتا رہا اور بینائی کمزور ہوگئی۔ حضرت حسن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی جدائی میں حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام 40 برس روتے رہے۔ (خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۸۴، ۳/۳۹)

اس سے ثابت ہوا کہ نیک بزرگ ہستیوں اللہ والوں کا غم منانا جائز بھی ہے اور اس غم کا ذکر کرنا اللہ کی سنت بھی ہے۔

یعقوب علیہ السلام چالیس سال تک اپنے بیٹے کی جدائی میں روتے رہے اور رو رو کر اپنی بینائی ختم کر لی اور نواسۂ رسول کا تو واقعہ جو خود وہ نیزے پر فرماتے ہیں کہ اے "أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ كَانُوا مِنْ آيَاتِنَا عَجَبًا" پڑھنے والے میری طرف غور کر میرا واقعہ تو ان سے بھی عجیب تر ہے۔

امام حسین علیہ السلام کے بیٹے امام زین العابدین علیہ السلام واقعہ کربلا کے بعد کبھی مسکرائے نہیں ان کے آنسو واقعہ کربلا کے بعد بند نہیں ہوئے۔ جو بھی امام کو دیکھتا تھا سوال کرتا کہ آپ اتنا گریہ کیوں کرتے ہیں؟ آپ فرماتے کہ:

میری مذمت کیوں کرتے ہو؟ یعقوب علیہ السلام کا بیٹا تھوڑے عرصے کے لئے ان سے دور ہوا تھا انہوں نے اس قدر گریہ کیا کہ ان کی بینائی ختم ہوگئی لیکن میرے خاندان کے 14 جوانوں کے ایک دن میں میرے سامنے سر قلم کئے گئے۔ کیا میرا غم کبھی ختم ہوسکتا ہے؟

تہذیب الکمال، مزی، ج۲، ص ۳۹۹۔

البدایہ والنہایہ ، ج۹، ص ۱۲۵

تاریخ مدینہ ، دمشق ، ج ۴۱، ص ۳۸۶

غم کا سال

واقع کربلا میں شہید ہونے والوں میں اور عام لوگوں کی وفات میں زمین آسمان کا فرق ہے یہ کوئی عام لوگ نہیں تھے بلکہ نبی کریم صلی علیہ وآلہ وسلم کی اولاد خاص نواسے اور جنت کے سردار تھے۔ نبی کریم صلی علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ خدیجہ (رضی اللہ عنہا) اور سیدنا ابوطالب (رضی اللہ عنہ) کی وفات پر پورے سال کو غم کا سال قرار دیا تھا۔ خود سیدنا امام حسین (رضی اللہ عنہ) کے ہی فرمان پاک سے ثابت ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ صحیح سند سے نقل کرتے ہیں۔

غمِ حسینؑ میں ایک آنسو بہانے کا اجر جنت

اسود بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

حضرت حسینؑ بن علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے جو کوئی ہمارے سوگ میں ایک آنسو بہائے یا ایک قطرہ اشک بہائے خداوند کریم اس کا اجر، جنت قرار دیگا۔ (حدیث صحیح)

فضائل الصحابة ج 2 ص 675

المؤلف : أحمد بن حنبل

الناشر : مؤسسة الرسالة - بيروت،

الطبعة الأولى، 1403 ـ 1983

معلوم ہوا اللہ کے خاص محبوب بندوں کا غم ہمیشہ رہتا ہے اور یہ ایمان کی علامت ہے۔ جبکہ عام میت کا غم تین دن ہوتا ہے۔ آئمہ اہلسنت نے ہمیشہ سیدنا حسین (رضی اللہ عنہ) اور آپ کی اولاد کے غم کو بڑھ چڑھ کر منایا۔ ہمیں چاہیے کہ ہم بڑھ چڑھ کر ذکر حسین کریں اہلبیت کی بارگاہ میں زیادہ سے زیادہ نوافل ایصال ثواب کریں کثرت سے درود وسلام پڑھیں اور ان کے غم کو یاد کریں۔ اسی میں فلاح و کامیابی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے لاڈلے نواسوں سے کتنی محبت تھی وہ انہیں کتنا چاہتے تھے شاید آج ہم اس کا اندازہ نہ کرسکیں کیونکہ ہم جھگڑوں میں پڑ گئے ہیں، حقیقتیں ہماری نظروں سے اوجھل ہو چکی ہیں، حقائق کا چہرہ گرد آلود ہے، آئینے دھند میں لپٹے ہوئے ہیں حالانکہ خلفائے راشدین اور اہل بیت نبوی رضی اللہ عنہم اخوت اور محبت کے گہرے رشتوں میں منسلک تھے۔

حسنین کریمین علیہما السلام کے رونے سے
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پریشان ہو گئے

''یزید بن ابو زیاد سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے باہر تشریف لائے اور سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے گھر کے پاس سے گزرے تو حسین کو روتے ہوئے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تجھے معلوم نہیں کہ اس کا رونا مجھے تکلیف دیتا ہے۔''

طبرانی، المعجم الکبیر، 116:3، رقم: 2847

ہیثمی، مجمع الزوائد، 201:9

ذهبي، سير أعلام النبلاء، 284:3

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چشمان مقدس میں آنسو

اسی طرح ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آقا علیہ السلام کے چشمان مقدس سے آنسو رواں تھے میں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آج کیا بات ہے چشمان مقدس سے آنسو رواں ہیں؟ فرمایا کہ مجھے ابھی ابھی جبرئیل خبر دے گیا ہے کہ

ان امتك ستقتل هذا بأرض يقال لها كربلاء

آپ کی امت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس بیٹے حسین کو اس سرزمین پر قتل کردے گی جس کو کربلا کہا جاتا ہے۔(المعجم الکبیر، 109:3، ح: 2819)

دخلت عل ى ام سلمة و هي تبكى فقلت : ما يبكيك؟ قالت : رايت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فى المنام و على رأسه ولحيته

التراب فقلت : مالك يا رسول الله قال : شهدت قتل الحسين انفا.
میں حضرت ام سلمہ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ وہ رو رہی تھیں میں نے پوچھا ''آپ کیوں رو رہی ہیں؟،، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سرانور اور داڑھی مبارک پر گرد و غبار ہے۔ میں نے عرض کیا ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا بات ہے؟ (یہ گرد و غبار کیسا ہے) آپ نے فرمایا ''میں نے ابھی ابھی حسین رضی اللہ عنہ کو شہید ہوتے دیکھا ہے۔،،
(سنن، ترمذي، ابواب المناقب)

جو رسول ﷺ کو اذیت دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت اور ذِلّت انگیز عذاب

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا O وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا.
بیشک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اذیت دیتے ہیں اللہ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت بھیجتا ہے اور اُس نے ان کے لئے ذِلّت انگیز عذاب تیار کر رکھا ہے
Those who annoy Allah and His Messenger-Allah has cursed them in this World and in the Hereafter, and has prepared for them a humiliating Punishment.
[Surah Ahzaab verse 57]:
مذکورہ آیت کریمہ میں اللہ رب العزت نے اپنی اذیت کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اذیت کے ساتھ جوڑ دیا ہے اور فرمایا جو میرے رسول کو اذیت دیتا ہے وہ دراصل مجھے

اذیت دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو اذیت دینے کی سزا ان پر دنیا و آخرت میں لعنت مقرر کی ہے۔ سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر 57 اور 58 میں يُؤْذُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ اور يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ میں اذیت دینے کا عمل ایک ہے لیکن دونوں میں فرق ہے۔ مسلمانوں کی اذیت کو اللہ تعالیٰ نے کہا کہ انہوں نے کھلا ارتکاب کیا جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت دینا محض گناہ کبیرہ نہیں کہا بلکہ اسکی سزا کفر، ارتداد، ذلت آمیز عذاب اور دنیا و آخرت کی لعنت مقرر کی ہے۔ بعض لوگ واقعہ کربلا کی بحث کرتے ہوئے اس قسم کی آیات اور دلائل لاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو کوئی مومن مرد کو قتل کرے اس کو اتنا عذاب ہے، یزید اور اس کے لشکر نے امام عالی مقام اور اہل بیت اطہار رضی اللہ عنھم کو شہید کیا۔

انہوں نے اتنا بڑا گناہ کیا لہذا وہ فاسق و فاجر ہو گئے۔ گویا وہ امام عالی مقام اور اہل بیت اطہار رضی اللہ عنھم کی اس انداز کی شہادت کو يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ میں شامل کرنا چاہتے ہیں اس سے بڑی جہالت، بغض اور اہل بیت اطہار رضی اللہ عنھم سے عداوت اور کوئی نہیں۔ کیونکہ گناہ کبیرہ کا کوئی عمل جو مسلمانوں کے ساتھ ہو وہ ظلم اور گناہ ہے مگر وہی عمل اہل مدینہ سے کوئی کرے تو اس کا معاملہ جدا ہے۔

اہل مدینہ کو تکلیف دینے کا عذاب

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لَا يُرِيْدُ اَحَدٌ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ بِسُوْءٍ اِلَّا اَذَابَهُ اللّٰهُ فِي النَّارِ ذَوْبَ الرَّصَاصِ اَوْ ذَوْبَ الْمِلْحِ فِي الْمَاءِ.

(مسلم، الصحیح، کتاب الحج، 2:992، رقم:1362)

''جو شخص اہل مدینہ کو تکلیف دینا چاہے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ میں اس طرح پگھلائے گا جس طرح آگ میں سیسہ پگھلتا ہے یا جس طرح نمک پانی میں پگھلتا ہے''۔

کیا قرآن میں اہل مدینہ کے سوا کسی انسان کے ساتھ برائی کا ارادہ کرنے والے کی ایسی سزا کا حکم ہے؟ کیا ہر انسان کو اذیت دینا برابر ہے؟ نہیں! مگر اس حدیث نے اہل مدینہ اور عام انسان میں فرق کر دیا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَلْمَدِيْنَةُ حَرَمٌ مِنْ كَذَا اِلٰى كَذَا لَا يُقْطَعُ شَجَرُهَا وَلَا يُحْدَثُ فِيْهَا حَدَثٌ مَنْ اَحْدَثَ فِيْهَا حَدَثاً فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ.

(بخاری، الصحیح، فضائل المدینہ، 2:661، رقم:1768)

''مدینہ منورہ فلاں جگہ سے فلاں جگہ تک حرم ہے اس کے درخت نہ کاٹے جائیں اور نہ اس میں کوئی فتنہ بپا کیا جائے جو اس میں کوئی فتنے کا کام ایجاد کرے گا اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے''۔

وَمَا كَانَ لَكُمْ أَن تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَن تَنكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِن بَعْدِهِ أَبَدًا إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ عِندَ اللَّهِ عَظِيمًا O (الاحزاب، 33:53)

ترجمہ۔ اور تمہارے لیے (ہرگز جائز) نہیں کہ تم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو تکلیف پہنچاؤ اور نہ یہ (جائز) ہے کہ تم اُن کے بعد اَبد تک اُن کی اَزواجِ (مطہّرات) سے نکاح کرو، بے شک یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا (گناہ) ہے O

فرمان الٰہی سے ثابت ہوا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آج بھی اسی طرح ہیں جیسے وصال سے قبل تھے۔ ان کی رحمتیں، اذیتیں، تعظیم و تکریم اور ادب و احترام ابدی ہے۔ اس

لئے کبھی بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گلشن کا کوئی ایک پھول بھی توڑے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گوارا نہیں بلکہ اذیت ہوگی۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر کے درخت کٹیں تو انہیں اذیت ہوتی ہے تو سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا گلا کٹے تو اذیّت کا عالم کیا ہوگا۔ سیدنا علی اکبر رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا جائے اور حضرت سکینہ رضی اللہ عنہا کو رلایا جائے تو کیا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت نہیں ہوگی۔ ان کو اذیت دینا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت دینا ہے اور ان سے محبت کرنا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرنا ہے۔ ان کا ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر ہے۔ ان کا غم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غم ہے۔

میں پوری ایمانداری، توکل، تحقیق اور بصیرت سے کہتا ہوں کہ غم حسین رضی اللہ عنہ غم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور یہ سنت خدا ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ امت، کربلا پر سوگوار کیوں ہے؟ ذکر حسین رضی اللہ عنہ پر آنکھیں کیوں نم ہوتی ہیں۔ واقعہ کربلا کو 14 سو سال گزر جانے کے بعد بھی غم حسین رضی اللہ عنہ میں کیوں رویا جاتا ہے؟ سادہ بات ہے کہ جس سے پیار ہو اس کو کوئی تھوڑی سی تکلیف آئی ہو اور صدیاں بھی گزر جائیں پیار کرنے والے اس کا ذکر غم سے کرتے ہیں اگر یہ بات سمجھ نہ آئے تو صرف سورہ مریم ہی کو پڑھ لیں

اللہ والوں کی تکالیف وآزمائش کا ذکر کرنا اللہ کی سنت ہے

اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے۔

فَحَمَلَتْهُ فَانتَبَذَتْ بِهِ مَكَانًا قَصِيًّا O فَأَجَاءَهَا الْمَخَاضُ إِلَى جِذْعِ النَّخْلَةِ قَالَتْ يَا لَيْتَنِي مِتُّ قَبْلَ هَذَا وَكُنتُ نَسْيًا مَّنسِيًّا O (مریم، 19:22،23)

''پس مریم (علیہا السلام) نے اسے پیٹ میں لے لیا اور (آبادی سے) الگ ہو کر دور

ایک مقام پر جا بیٹھیں o پھر دردِزہ انہیں ایک کھجور کے تنے کی طرف لے آیا، وہ (پریشانی کے عالم میں) کہنے لگیں: اے کاش! میں پہلے سے مرگئی ہوتی اور بالکل بھولی بسری ہوچکی ہوتی'' o

صدیوں پہلے جو واقعہ بیتا اللہ تعالیٰ نے صدیوں بعد اس کا ذکر قرآن میں فرمایا۔ لوگ مثال دے کر کہتے ہیں کہ واقعہ کربلا میں سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کا ذکر کیوں کرتے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے پوچھتے ہیں کہ اس نے حضرت مریم علیہ السلام کے دردِزہ کا ذکر قرآن میں کیوں کیا؟ شدت تکلیف سے آپ علیہا السلام کی زبان سے جو کلمہ نکلا اسکا نقشہ ایک لمحہ میں کیوں کھینچ لیا؟ اگر اس پورے بیان کا مقصد اللہ کے ہاں صرف محبوبوں کا ذکر ہے تو ہم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوبوں کے غم کا ذکر کیوں نہ کریں۔ اولیاء، عرفاء، صلحاء کرام علیہم الرحمۃ اور محبت کرنے والے غم حسین رضی اللہ عنہ میں روتے تھے۔

جو روئے گا وہ جنت میں جائے گا

جریر بن عبداللہ ابتری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آقا علیہ السلام نے فرمایا: ''میں تم پر سورۃ الھٰکم التکاثر کی تلاوت کرتا ہوں۔ فَمَنۡ بَکٰی فَلَهٗ جَنَّةٌ جو روئے گا وہ جنت میں جائے گا کچھ صحابہ رضی اللہ عنھم رو پڑے اور کچھ نہ رو سکے۔ جنہیں رونا نہ آیا انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم نے بڑی کوشش کی کہ ہمیں بھی رونا آجائے لیکن ہم رو نہیں سکے۔ آقا علیہ السلام نے فرمایا: میں دوبارہ پڑھتا ہوں جو رو پڑے ان کے لئے جنت ہے اور جس کو کوشش کے باوجود رونا نہ آئے وہ رونے والی شکل ہی بنالے یا رونے والوں میں شامل ہوجائے۔ (ترمذی، نوادرالاصول فی احادیث الرسول، 2 : 198)

سوغم کے ذکر میں رونا سنت ہوگئی۔ آقا علیہ السلام کو اپنے قلب و باطن میں رقت، شکستگی پیدا کرنے کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رقت و بکا کی تعلیم دیتے تھے۔ گویا اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کے غم میں رونا سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سنت صحابہ رضی اللہ عنہم ہے۔ کوئی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کو اذیت دے یہ رب کو گوارا نہیں کیونکہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیھم السلام اس کائنات میں تشریف لائے لیکن کبھی کسی اور نبی کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایسی بات نہیں فرمائی، جیسی سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر 53 میں فرمائی جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھانے پر دعوت دی تو انہوں نے واپس جانے میں دیر کردی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ تمہارا دیر تک بیٹھے رہنا میرے محبوب کو اذیت دیتا ہے۔ آپ اندازہ کریں کہ اگر یہ تکلیف بھی رب کو گوارہ نہیں تو دس محرم الحرام یوم عاشورہ کی اذیتوں کا عالم کیا ہوگا۔

قرآن میں اللہ آداب رسول ﷺ سیکھاتا ہے

کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام کو سمجھا ہی نہیں۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس کے گھر کھانے کے بعد صحابہ رضی اللہ عنھم بیٹھے رہیں تو رب تعالیٰ فرماتا ہے: باتوں میں دل لگا کر نہ بیٹھا کرو۔ اس سے میرے محبوب کو تکلیف ہوتی ہے پھر بات یہاں ختم نہیں کی بلکہ مزید فرمایا: تم جانتے ہو کہ میرا محبوب بڑا حیا دار ہے وہ اپنی زبان سے تمہیں کبھی نہیں کہے گا کہ اب چلے جاؤ۔ یہ بات کہنے میں میرے محبوب کو حیا آتی ہے۔ اس لئے ہر ہر لحظہ ہر قسم کی اذیتوں سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بچانا میں نے اپنے ذمہ لیا ہے۔ میں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا محافظ ہوں۔ دوسرے مقام پر سورۃ توبہ میں فرمایا: وَالَّذِين ۔ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ O (التوبہ، 9:61) اور جو لوگ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اپنی بدعقیدگی، بدگمانی اور بدزبانی کے ذریعے اذیت پہنچاتے

ہیں ان کے لئے بڑا دردناک عذاب ہے۔
اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ تو آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات ہے مگر یوم عاشورہ کے روز اہل بیتِ اطہار رضی اللہ عنہم کی اذیت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اذیت تھی یا نہ تھی۔ ان سے محبت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت تھی یا نہ تھی۔ ان کی خوشی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشی تھی یا نہ تھی اور انہیں تکلیف دینا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف دینا تھی یا نہ تھی۔

یہاں پر بنیادی بات جو بتانا چاہتا ہوں وہ سیدہ کائنات رضی اللہ عنہا کی شان اقدس کے متعلق ہے حضرت مِسوَر بن مخرمہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّيْ فَمَنْ اَغْضَبَهَا اَغْضَبَنِيْ. وَيُؤْذِيْنِيْ مَا آذَاهَا.
(بخاری، الصحیح، کتاب المناقب، 3، 1361، رقم: 3510 / مسلم، الصحیح، کتاب فضائل الصحابہ، 4:1903، رقم 2449)

''میری جان کا حصہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں پس جس نے اسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا اور جس نے اسے اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی''۔

جس نے اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی۔ اذیت کی بات ہو رہی ہے تو کیا اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کو اذیت دینا اور پھر جنت کی توقع کرنا، مسلمانی کا دعویٰ کرنا، ایمان کی بات کرنا اور آخرت میں کسی حصے کا دعویٰ رکھنا، یہ حق کسی کو نہیں ہے۔ اس لئے کہ اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کی محبت ہی ایمان ہے اور جنت اسے ہی ملے گی جس کو سیدہ فاطمۃ الزہراء علیہا السلام دینا چاہیں گی۔ جنت اور آخرت انہی کی ہے۔ جس کو سیدہ فاطمہ علیہا السلام، حسن و حسین علیہما السلام نہیں چاہیں گے اس کو جنت نہیں مل سکتی۔ وہ جنت

کے وارث ہیں اور سب سے پہلے جنت میں داخل ہونگے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أَخْبَرَنِيْ رَسُوْلُ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم أَنَّ أَوَّلَ مَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ أَنَا وَفَاطِمَةُ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ قُلْتُ: يَارَسُوْلَ اللهِ، فَمُحِبُّوْنَا؟ قَالَ: مِنْ وَرَائِكُمْ.

(حاکم، المستدرک، 3:164، رقم: 4723)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بتایا کہ سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والے، میں (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ خود) فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم ہیں۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم سے محبت کرنے والے کہاں ہونگے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (وہ) تمہارے پیچھے پیچھے جنت میں ہونگے''۔

اسی حدیث کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔ یہ بات اس لئے بھی سوچنے والی ہے کہ کون کونسے صحابہ رضی اللہ عنہم اور امہات المومنین میں سے ہیں جنہوں نے ان کی شان میں حدیثیں روایت نہ کی ہوں۔ جن سے دل میں محبت اور پیار نہ ہو کیا وہ ایسی روایتیں بیان کرتے ہیں۔ یہ اعزاز آقا علیہ السلام کے صحابہ کو ہی نصیب ہوا ہے۔ دراصل یہ اس امت کو ایک دائمی اور نہ ختم ہونے والے دنگہ و فساد میں مبتلا کرنے والے قصے ہیں جنہوں نے دلوں سے اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کی محبت کو نکال دیا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ اہل سنت اور اہل تشیع دونوں حضرات کی احادیث کی کتابیں جس زمانے میں مدّون ہوئیں اس وقت دو ادوار گزر رہے تھے۔ پہلا دور بنوامیہ کا اور دوسرا بنوعباس کا تھا۔ بنوامیہ کے حکمرانوں سے انعام اور شاباش لینے کے لئے کچھ لوگ مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ یا اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کے خلاف اور بنوامیہ کی شان میں باتیں گھڑ گھڑ کر بیان کرتے اور ان سے حدیثیں منسوب کر کے روایت کرتے اور کتابیں لکھتے۔ جب بنوعباس کا دور آیا

تو اس دور کے کچھ لوگ بنوعباس کے حکمرانوں کو خوش کرنے اور انعامات وصول کرنے کے لئے بنوامیہ کے خلاف اقوال گھڑتے تا کہ وہ ان کے محب کہلائیں اس طرح دونوں ادوار بیتے اور دونوں میں وضع حدیث کا فتنہ تھا۔ دونوں ادوار میں اپنے اپنے مطلب کو پورا کرنے کے لئے جھوٹے اقوال گھڑے گئے، انہیں احادیث کا نام دیا گیا۔ اس طرح صدیوں سے وہ وضع کی گئیں حدیثیں کتابوں میں اب تک منتقل ہوتی آ رہی ہیں یہی وجہ ہے کہ اس فتنے نے امت کو انتہا تک پہنچا دیا ہے۔

آج بیشتر امت ان اصل روایات سے لاعلم ہے جنہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خود آقا علیہ السلام کی زبان اقدس سے سن کر اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کی شان میں بیان کیں تھیں۔ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کی شان میں احادیث روایت کی ہیں۔ بتانا مقصود یہ تھا کہ ایک تو ان (اہل بیت رضی اللہ عنہم) کی محبت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور ان کو اذیت دینا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت دینا ہے اور دوسرا یہ کہ قیامت اور جنت کے وارث ہی یہی ہیں۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ روح المعانی میں فرماتے ہیں: ''میری بصیرت و تحقیق کہتی ہے کہ یزید بدبخت آقا علیہ السلام کی رسالت پر ہی یقین نہیں رکھتا تھا۔ وہ بے ایمان کافر تھا۔ اگر رسالت پر یقین رکھتا ہوتا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس طرح سے اذیت نہ دیتا۔ جو لوگ یزید کو بچاتے پھرتے اور اس کی عزت و ناموس کا تحفظ کرتے اور اس کو خلیفہ اور امیر المومنین بناتے ہیں۔ وہ یہ تو جان لیں کہ اس خبیث نے تمہیں کیا دینا ہے۔ دوزخ ہی دے گا جہاں خود جل رہا ہے۔ شائد دوزخ کا کوئی درجہ بھی اس بے ایمان کو قبول کرے گا یا نہیں۔ اس لئے ان کی

نوکری کرو جو جنت کے مالک ہیں تاکہ کچھ مل جائے''۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ.

(ترمذی، السنن، کتاب المناقب، 5:656، رقم، 3768)

''حسن اور حسین رضی اللہ عنہما دونوں (شہزادے) جنتی جوانوں کے سردار ہیں''۔

آپ غور کریں اس حدیث کے راوی حضرت ابوسعید خدری، حضرت ابوحذیفہ، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت انس بن مالک، حضرت عمر فاروق، حضرت عبداللہ ابن عمر، حضرت عبداللہ ابن مسعود اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ یہ وہ صحابہ رضوان اللہ علیہم ہیں جو اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کی سیادت کا اعلان احادیث روایت کر کے کر رہے ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود سے حدیث مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ اَحَبَّنِیْ فَلْیُحِبَّ ھٰذَانِ.

(ابن حبان، الصحیح، 15:426، رقم:6970)

''جو مجھ سے محبت کرتا ہے اس پر لازم ہے کہ وہ حسن و حسین رضی اللہ عنہما سے محبت کرے''۔

آپ نے اندازہ کیا کہ آقا علیہ السلام کو اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم سے کتنی محبت ہے۔ قیامت، جنت سب ان (رضی اللہ عنہم) کی ہے۔ جس طرح اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم سے ایک رخ محبت کا ہے اسی طرح دوسرا رخ بغض کا ہے۔ تو گویا اہل بیت رضی اللہ عنہم سے بغض رکھنے والے غیر المغضوب علیہم میں شامل ہیں اور جس سے اللہ بغض رکھے گا وہ سیدھا دوزخ میں جائے گا۔ اب امام حسین رضی اللہ عنہ کو اذیت، اس کا عالم کیا ہے۔ حدیث میں ہے یزید بن ابوزیاد اور یحییٰ بن ابوکثیر روایت کرتے ہیں۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کا رونا تکلیف دیتا ہے

خَرَجَ النَّبِی صلی الله علیه وآله وسلم مِنْ بَيْتِ عَائشةَ فَمَرَّ عَلَى فَاطِمَةَ فَسَمِعَ حُسَيْنًا يُبْكِيْ رضی الله عنه فَقَالَ اَلَمْ تَعْلَمِيْ اَنَّ بَكَاءَهُ يُؤْذِيْنِيْ.

(طبرانی، المعجم الکبیر، 3، 116، رقم: 2847)

''حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے نکلے، حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا (کے گھر کے پاس سے) گزرے تو سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو روتے ہوئے سنا تو فرمایا: **فاطمہ کیا تو نہیں جانتی کہ مجھے اس کا رونا تکلیف دیتا ہے**''۔

جب حسین رضی اللہ عنہ کا رونا آج برداشت نہیں کر سکتے تو کربلا میں آقا علیہ السلام نے ان کی تکلیف کب برداشت کی ہوگی۔اور کیسے برداشت کی ہوگی؟

حجر اسود کو ایک بار چوما اور امام حسین علیہ السلام کو بار بار چوما

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ حجر اسود کو چوما تھا تو آج بھی عشاقان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو چومنے کو ترستے ہیں، اور اس ایک بوسے کی خیرات ہے کہ حجر اسود قیامت تک بوسہ لینے والوں کی شفاعت کرے گا، ذرا سوچیے کہ جس حسین ابن علی کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بے تحاشہ چوما، جس کی پہلی خوراک ہی نبی مبارک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے لعاب دہن چوسنا تھا، ان کے مقام و مرتبہ اور درجات کا عالم کیا ہوگا۔لوگوں کو حجر اسود کو بوسہ دینا یاد رہا مگر حسین علیہ السلام کو بھول گئے؟

حدیث مبارک میں ہے کہ جب تک آقا علیہ السلام کا وصال نہیں ہوا تھا۔تب تک حسین علیہ السلام حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں آتے یا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ادھر جاتے جہاں حسین علیہ السلام کھیل رہے ہوتے ان کو اٹھاتے اور چومتے تو ایک جملہ اکثر کہتے: ''**حسین علیہ السلام میں نے تجھے اپنا بیٹا ابراہیم دے کرلیا تھا**''۔

بے مثال شہادت

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں بہت سی شہادتیں ہوئیں اور آپ سے قبل امم سابقہ میں بھی بڑی شہادتیں ہوئیں مگر ہمیشہ تاریخ کا قاعدہ ہے جب شہادت کا سانحہ وقوع پذیر ہو جائے تو پھر اس کی شہرت ہوتی ہے لیکن سیدنا امام حسین علیہ السلام کی شہادت ایک ایسی عظیم شہادت ہے کہ اس کی شہرت آپ کے بچپن میں ہی ہوگئی تھی۔ یعنی 53، 54 سال شہادت کی شہرت لوگوں کی زبان پر رہی۔ اس کی کوئی مثال کسی دوسری شہادت میں نہیں ملتی۔

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی شہید ہوئے۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی شہید ہوئے۔ سیدنا مولیٰ علی المرتضی بھی شہید ہوئے۔ سب شہادتیں اکبرواعظم ہیں مگر کسی کی شہادت کے دن اس کے مشہد پر خود حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف نہیں لے گئے۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ خود بیان کرتے ہیں کہ میری شہادت سے ایک رات قبل آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا: عثمان آج روزہ رکھ لینا اور افطار میرے پاس آکر کرلینا جو شہید ہوا وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں خود پہنچا اور دوسری طرف یہ عالم کہ کربلا کا دن ہے۔ ادھر شہادتیں ہورہی ہیں اور ادھر آقا علیہ السلام بنفس نفیس صبح سے آخری شہادت تک میدان کربلا میں خود موجود ہیں۔ مشہدِ حسین رضی اللہ عنہ اور میدانِ کربلا میں خود موجود رہنا یہ شرف آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے کسی اور کو نہیں دیا۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے دی۔ ام المومنین حضرت ام سلمی رضی اللہ عنہا کو مٹی دی اور فرمایا کہ جب یہ سرخ ہو جائے تو سمجھ لینا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے ہیں حتی کہ میدان کربلا اور سن شہادت کی خبر بھی تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی، کتب حدیث میں کثرت سے اس پر احادیث موجود ہیں۔

صحیح بخاری کتاب العلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دو طرح کی خبریں اور علم سیکھے۔ایک قسم اس علم کی ہے جو میں مجمع عام میں ہر کس و ناکس کے سامنے بیان کرتا رہتا ہوں۔ وہ علم احکام شریعت اور احکام طریقت کا ہے۔ دوسرا علم ایسے حقائق و واقعات اور خبریں ہیں کہ اگر وہ لوگوں کے سامنے بیان کر دوں تو میری گردن حلق سے کاٹ دی جائے۔صحیح بخاری کی یہ حدیث کتاب العلم میں ہے اس پر امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ وہ علم جو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سیکھا اور جسے عوام الناس کے سامنے بیان کرتے کتراتے اور خواص کے سامنے بیان کرتے تھے اس علم میں سے یہ بھی تھا کہ جب ساٹھ ہجری کا سن قریب آ گیا تو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے۔

''اے اللہ میں سن ساٹھ ہجری اور تخت سلطنت پر نوعمر لونڈوں کے حکمران بن کر بیٹھنے سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور سن ساٹھ ہجری کا سورج طلوع ہونے سے پہلے مجھے دنیا سے اٹھا لینا''۔

امام ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔''یزید کے حکومت پر بیٹھنے سے ایک سال پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دعا قبول کی اور انہیں اپنے پاس بلا لیا''۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں اس علم میں سے ایک یہ بھی تھا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی میں مروان بن حکم سے خطاب فرمایا: اے مروان! میں

نے صادق المصدوق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''قریش کے خاندان میں سے ایک گھرانہ کے نادان، بیوقوف لونڈوں کے ہاتھوں میری امت برباد ہوجائے گی''۔ گویا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوری امت کی ہلاکت قرار دیا ہے۔ اس وقت تو مروان نے یہ سن کر کہا کہ ان لونڈوں پر خدا کی لعنت ہو لیکن اسے خبر نہ تھی کہ اس کے ہی خاندان کے لونڈوں کی بات ہورہی ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قریش کے وہ بیوقوف لونڈے جنہوں نے تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کو تباہ کیا تھا ان میں سے پہلا لونڈا یزید تھا۔ صحیح ترمذی میں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ''آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے خواب دیکھا کہ بنوامیہ کے لوگ میرے منبر پر کھیل رہے ہیں۔ آقا علیہ السلام کا قلب اطہر مغموم ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لیٹ گئے تو اللہ تعالیٰ نے سورۃ الکوثر اور سورۃ القدر نازل کی اور فرمایا کہ یہ ایک رات ایک ہزار مہینے سے افضل ہے''۔ یعنی میدان کربلا میں جو اہل بیت رضی اللہ عنہم نے ایک رات گزاری وہ مثل لیلۃ القدر تھی۔ وہ بنوامیہ کے ہزار مہینوں سے افضل تھی۔

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تنہا ایک امت ہیں

ایک حدیث میں فرمایا:

حُسَيْنٌ سِبْطٌ مِنَ الْاَسْبَاط.

قاضی عیاض، صاحب تحفۃ الاحوزی (عبدالسلام مبارک پوری) اہل لغت اور دیگر آئمہ نے لکھا کہ ''سبط'' کی جمع ''اسباط'' ہے اور اس سے مراد قوم اور امت ہے۔ اس حدیث سے

مراد یہ ہے کہ لوگو! حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تنہا ایک فرد نہ سمجھنا، یہ ایک فرد نہیں ہے بلکہ یہ امتوں میں سے ایک امت ہے۔ حسین تنہا ایک امت ہے۔ امام ابن الاثیر ''النہایہ'' (غریب الحدیث، حدیث کے غریب الفاظ کے معنی پر معتبر اور معتمد ترین کتاب) میں فرماتے ہیں کہ اُمَّةٌ مِنَ الْاُمَمِ فِي الْخَيْرِ.

''خیر کے باب میں امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ امتوں میں سے ایک امت ہیں''۔

لوگوں کو یہ فکر ہے کہ 1400 سال گزر گئے شہادت امام حسین کا ذکر ختم ہونے کو نہیں آتا حالانکہ اور شہادتیں بھی ہوئی ہیں۔ جو لوگ نابینا ہیں، جنہیں اللہ نے شعور ایمانی نہیں دیا، جن کو معرفت وجدانی نصیب نہیں ہوئی، جن کو احادیث وفرامین نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معرفت نہیں، وہ سوچتے ہیں کہ بڑی شہادتیں ہوئیں، ایک حسین ہی کی شہادت کا ذکر کیوں؟ مختصر جواب میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود دے دیا کہ جتنی شہادتیں ہوئیں وہ اسی ایک ہستی کی شہادت تھی، جس کی شہادت ہوئی، وہ شہادت عظیم تھی مگر اسی مقدس ہستی ہی کی تھی جبکہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ایک فرد کی نہیں بلکہ پوری امت کی شہادت ہے۔ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگر ایک فرد ہوتے تو شاید ان کی شہادت کا ذکر بھی عام شہادتوں کی طرح ہوتا مگر امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود ایک امت میں بدل گئے ہیں۔ اب جس طرح آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت قیامت تک ختم نہیں ہوسکتی اسی طرح امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر قیامت تک ختم نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ اب امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک فرد نہیں رہے بلکہ وہ پوری امت بن گئے۔ اسی لئے تو کہا جاتا ہے کہ

انسان کی عظمت کو بیدار تو ہو لینے دو
ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسین

سرِ شہادت - واقعہ کربلا کا راز

کربلا کا سانحہ اچانک اور بلا مقصد پیش نہ آیا اس پیش آنے والے سانحے کی خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس وقت دی ہے جب حسین ماں کی گود میں تھے۔ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنھا سے مروی ہے کہ آقا علیہ السلام کے چشمان مقدس سے آنسو رواں تھے میں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آج کیا بات ہے چشمان مقدس سے آنسو رواں ہیں؟ فرمایا کہ مجھے ابھی ابھی جبرئیل خبر دے گیا ہے کہ

ان امتك ستقتل هذا بأرض يقال لها كربلاء

آپ کی امت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس بیٹے حسین کو اس سرزمین پر قتل کر دے گی جس کو کربلا کہا جاتا ہے۔ (المعجم الکبیر، 109:3، ح:2819)

جو معاذ اللہ امام حسین علیہ السلام پر اعتراض کرتے ہیں کہ انھوں نے غلطی کی یا یہ سیاست کی جنگ تھی استغفر اللہ وہ لوگ کھلے عام حضور اکرم ﷺ کی متعدد احادیث مبارکہ کا انکار کرتے تھے جن میں حضور اکرم ﷺ نے پہلے سے بشارت دی کہ امام حسین علیہ السلام کو کربلا کے میدان میں شہید کیا جائے گا۔ اہلِ بیت نبوت و اکابر صحابہ کرام تمام اس پیش آنے والے واقع سے آگاہ تھے مگر کسی نے بھی یہ دعا نہ کی کہ یا اللہ حسین پر سے اس آنے والی مصیبت کو ٹال دے حالانکہ دعا بلا رد کر دیتی ہے اور حضورِ اکرم ﷺ کی دعا تو رد ہو ہی نہیں سکتی۔ نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی کوئی دعا کی نہ حضرت علی نے نہ سیدہ زہرہ سلام اللہ علیہا نے۔ کیوں؟ اس لیے کہ وہ تمام اللہ رب العزت کی رضا میں راضی تھے اور چاہتے تھے کہ حسین کے ساتھ یہ امتحان ہو اور وہ اس میں کامیاب ہو۔

دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے شدید خواہش اپنی امت کی مغفرت و بخشش تھی۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب دنیا میں تشریف لائے تو رَبِّ هَبْ لِیْ اُمَّتِی فرماتے ہوئے آئے دنیا سے تشریف لے گئے تب بھی آپ کے لبھائے مبارک متحرک تھے اور امت کے حق میں دعا گو تھے۔ شبِ اسریٰ اپن قربِ حق میں امت کو یاد رکھا۔

حق تعالیٰ نے مغفرتِ امت کیلئے یہ عظیم قربانی طلب فرمائی۔ اس گھرانے پر قربان جائیں ان کے اس احسان پر فدا ہو جائیں کہ امت کی مغفرت کی خاطر اپنا سب کچھ نچھاور کرنے کو تیار ہو گئے اور عملاً حقیقتاً سب کچھ رضاِ الٰہی میں لُٹا دیا

جب اکابِر صحابہ نے امامِ عالی مقام علیہ السلام کو کربلا جانے سے روکنے کی کوشش کی تو آپ نے یہی کہا کہ میں نے ہر حال میں وہاں جانا ہے کہ میں نے اپنے نانا جان سے ایک وعدہ کیا ہے اور وہ میں نے پورا کرنا ہے صحابہ کرام نے پوچھا کہ وہ کیا وعدہ ہے آپ نے فرمایا کہ یہ میرے اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے درمیان راز ہے۔

آپ نے اس راز کا اظہار اپنی شہادت سے قبل کر دیا شہادت سے پہلے آپ کے یہ الفاظ تھے کہ یا اللہ حسین نے اپنا وعدہ پورا کر دیا اب تو بھی اپنا وعدہ پورا فرما اور میرے نانا کی امت کو بخش دے۔ علامہ اقبال رح فرماتے ہیں۔

نقش الا اللہ بر صحرا نوشت

سطر عنوان نجات ما نوشت

آپ نے صحرا پر صرف اللہ کی معبودیت کا نقش ثبت کیا

اور وہ ہماری نجات کا راستہ بنا

تار ما از زخمه اش لرزاں هنوز

تازه از تکبیر و ایماں هنوز

ہم ہیں زندہ قوّتِ شبّیرؑ سے۔

تازہ ہے ایمان اسی تکبیر سے

ای صبا ای پیک دور افتادگان

اشك ما بر خاك پاك او رسان

اے ہوا، اے دور رہنے والوں کی قاصد،

تو ہمارے آنسو امام حسین کی درگاہ تک پہنچا دے

صرف غور کریں کہ عالم انسانیت میں ایسی کون سی ہستی گزری ہے کہ جس نے دوسروں کی خاطر، مغفرت امت کی خاطر جانتے بوجھتے ہوئے کشا کشا راضی برضا ایسی عظیم صعوبتوں اور تکلیفوں کا اہل خانا اور چھوٹے بچوں سمیت سامنا کیا ہوئے۔ کسی کو پہلے سے علم ہو کے فلاں جگہ اسے قتل کر دیا جائے گا تو کیا وہ جانتے بوجھتے وہاں جائے گا اگر بڑی ہمت والا ہوا چلا بھی گیا تو اس طرح وہ بچوں بھائیوں بھتیجوں بھانجوں اور بچپن کے ساتھیوں کو کم ازکم ساتھ نہ لے کے جائے گا۔

قربان جایئے ہمارے امام عالی مقام کی ذاتِ گرامی پر جنھوں نے ہماری بخشش کی خاطر کیا کیا مصائب برداشت کیے ہیں۔ کوئی اس دنیا میں کسی پر ذرا سا احسان کر دے یا کسی کی جان بچالے یا کسی کو قیمت دے کر رہائی دلا دے تو وہ ساری زندگی اس کا مرہونِ منت رہتا ہے۔ پھر وہ حسین علیہ السلام جس کے طفیل ہمیشہ کیلئے عذابِ جہنم سے نجات ملے اس کے احسان کا کوئی اندازہ کر سکتا ہے؟

یقیناً اس عظیم سانحے پر، ہمیں آتشِ جہنم سے بچانے پر، ہمیں جنت میں ہیشگی کی زندگی اور نعمتیں دلوانے پر امامِ عالی مقام اس بات کا استحقاق رکھتے ہیں کہ ان سے ٹوٹ کر محبت کی جائے انہیں یاد رکھا جائے ان کی قربانیوں کا تذکرہ کیا جائے ان کی محبت میں آنسو بہائیں جائیں ان کی بارگاہ میں درود و سلام کے نذرانے پیش کیے جائیں نوافل و صدقات کے تحفے

بھیجے جائیں اور ہر طرح سے کوشش کر کے امامِ پاک کو راضی رکھا جائے کہ آپ کی رضا میں رضاِ رسول و رضاِ الٰہی ہے۔

آنسو لہو کے آج بھی روتی ہے کربلا کی خاک
زخم ہر ایک کے قلب میں کیسا لگا گئے حسین
ابنِ علی کی شان کیا تجھ سے بیان ہوا ے ریاض
جس کی نہیں مثال وہ مرتبہ پا گئے حسین

میدان کربلا میں اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد

بعض اندھی عقل والے، تاریکی میں گم ہیں جن کو روشنی نصیب نہیں۔ انہیں تو مدد کے معنی ہی معلوم نہیں۔ مدد کا معنی درج ذیل مثال سے بخوبی سمجھا جا سکتا ہے۔

ایک ماچس جلاتے ہیں ماچس چھوٹی سی تیلی ہے۔ ماچس پر تھوڑا سا مصالحہ ہوتا ہے۔ ہزار بجھے ہوئے چراغ پڑے ہوئے ہیں۔ ایک ماچس جلائی، چراغ جلا دیا، دوسرا جلا دیا پھر تیسرا جلا دیا اور چراغ سے چراغ جلتے جلتے ایک ہزار چراغ جل گئے۔ یہ مدد ہے کہ ماچس خود تو جل کر راکھ ہو گئی مگر ہزار چراغوں کو جلا گئی۔ بجھے چراغوں کو جلا کر اندھیروں کو مٹا گئی اور دنیا کو روشنی دے گئی اس سے بڑی مدد کیا ہے؟ دنیا کا اندھیرا ختم کر دیا اس طرح شہید خود تو سر کٹا کر ایک لاش کی شکل میں زمین پر لیٹ جاتا ہے مگر کروڑوں تنوں کو جلا دے جاتا ہے لوگوں کو جینے کا طریقہ سکھا جاتا ہے کہ ظالموں کے سامنے اپنا سر کٹوا کے حق کو اس طرح بلند کرنا ہے۔ یہ شعائر زندگی ہے۔ شہید اسلام کو زندہ کر جاتا ہے تو شہید مدد کرتا ہے انسانوں کی بھی اور اسلام کی بھی۔

قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے   اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

آ قا علیہ السلام وہاں موجود تھے وہ بھی مدد کر رہے تھے۔ ذہن میں خیال آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب کی مدد کرتے ہیں لیکن اپنے نواسے کی نہیں کر سکے۔

یہ ناسمجھی اور لاعلمی ہے۔ اور ایسا سوچنے والا اللہ پر بھی اعتراض کرسکتا ہے لحاظہ پہلے مدد کا معنی متعین کرنا ہوگا کہ کیا حسین علیہ السلام کو اس مدد کی ضرورت تھی کہ یزیدیوں سے بچ کر زندہ سلامت واپس مدینہ میں چلے جائیں اور شہادت سے محروم ہو جائیں، وہ جو پچاس برس سے شہادت کے منتظر تھے، ملائکہ منتظر تھے۔ تاریخ میں اس شہادت سے اسلام کو زندہ کیا جانا تھا۔ اسلام کی مدد ہونے والی تھی۔ تو کیا یہ حسین علیہ السلام کی مدد تھی کہ وہ شہادت سے بچ جائیں یا صبر ورضا کے ساتھ شہادت کی وادی سے گزر جائیں؟ اس نکتہ کو ایک مثال کے ذریعے آسانی سے سمجھا جاسکتا ہے۔ ایک روزہ دار ہے اس نے روزہ رکھا ہے، گرمیوں کے دن ہیں، پچھلا ٹائم ہو گیا ہے، پیاس سے زبان، حلق خشک ہیں۔ بالکل افطار کا وقت قریب ہے، اس کی بری حالت ہے۔ پانی پلانا مدد ہے یا روزہ مکمل کروانا مدد ہے۔ روزہ دار کو کہیں گے سارا دن گزر گیا ہے، اب چند منٹ باقی رہ گئے ہیں۔ صبر کرو، روزہ افطار کرو گے تو اس کا اجر پاؤ گے پس روزہ دار کی مدد روزہ توڑنا نہیں بلکہ مکمل کرنا ہے۔ اللہ رب العزت ہمیں فلسفہ شہادت امام حسین علیہ السلام کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

شہادت امام حسین علیہ السلام اصل میں شہادت رسول

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے

اسی لیے اس کی کائنات میں کوئی مثال نہیں کہ یہ سب سے افضل ہے۔

شہادت امام حسین علیہ السلام اصل میں شہادت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ یہ میرے امام کا مقام ہے خدا کی قسم اللہ عزوجل نے جو امام کو مقام دیا کہ آزمائش کی جتنی صورتیں اللہ نے قرآن میں بیان فرمائی ہیں وہ ساری امام حسین علیہ السلام کی شہادت میں مجتمع نظر آتی ہیں وہ اس لیے کیونکہ امام حسین کی شہادت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت کا ظہور ہے اور کوئی ایک آزمائش بھی باقی رہتی تو میری آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت کا ظہور تام نہ ہوتا کیونکہ یہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت ہے اس لیے میں کہتا ہوں کہ میرا امام امام حسین یہ وہ در یکتا ہیں کہ خدا کی قسم پوری کائنات میں کوئی اور امام حسین کی طرح آپ کو نہیں ملے گا پوری کائنات میں یہ ایک ہی نگینہ ہے امام حسین ان جیسا کوئی دوسرا نہیں ہے یہی وہ مجاہد ہے یہی مرد قلندر ہے کہ جس نے میدان میں یزید جیسی طاقت کو للکارا

دلاوری میں فرد ہے یہ کیسا شیر مرد ہے
کہ جسکے دبدبے سے دشمنوں کا رنگ زرد ہے
حبیبِ مصطفی ہے یہ مجاہدِ خدا ہے یہ
جبھی تو اس کے سامنے، یہ فوج گرد گرد ہے
یہ بالیقیں حسین ہے نبی کا نورِ عین ہے

آیئے آپ کے گوش گزار کرتا ہوں تاکہ کوئی ذہنی خلش باقی نہ رہے میرے آقا صلی اللہ علیہ

وسلم کے متعلق میں نے یہ ہی عرض کیا کہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کا ظہور کہاں ہوا امام حسین کی شہادت کے ظہور سے امام حسین کی شہادت جہری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت جہری کا انجام اور انتہا ہمیں کہاں نظر آتی ہے جب میدان کربلا میں شہید ہوتے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت جہری کا ظہور ہوتا ہے حضورؐ ارشاد فرماتے ہیں حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں اب سوال پیدا ہوتا ہے یہ تو بات سمجھ میں آتی ہے کہ حسین آقا سے ہیں لیکن آقا حسین سے کیسے ہیں؟

Grandson is from his grandfather That's understandable. But how can the grandfather be from his grandson? The prophet is saying Hussain is from me and I am from Hussain But how are you from Hussain?

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمارہے ہیں حسینؑ مجھ سے ہے میں حسینؑ سے ہوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے کہ حسینؑ آپ کے نواسے ہیں حسینؑ آپ سے ہیں لیکن آپ حسینؑ سے کیسے ہیں؟ تو اس کو سمجھنے کے لئے ایک مثال سمجھ لیجئے آپ زمین میں ایک بیج بوتے ہیں وہ پودا بنتا ہے پودا پھر ایک تناور درخت بنتا ہے اس پہ پھل لگتے ہیں اب کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ یہ پھل اس بیج سے ہے یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے کہ یہ پھل بیج سے ہے کیونکہ بیج اصل ہے پھل اس سے نکلا ہے بیج سے پودا نکلا درخت بنا درخت پر پھر پھل لگا تو اگر کوئی شخص یہ کہے کہ پھل بیج سے ہے یہ بات سمجھ میں آتی ہے لیکن اگر کوئی شخص کہے بیج پھل سے ہے آپ کہیں گے یہ بات سمجھ میں نہیں آتی بیج پھل سے کیسے ہے بھئی پھل بیج سے ہے یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے لیکن بیج پھل سے کیسے ہوسکتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ تھوڑی دیر کے لیے انتظار کرو وہ پھل جب پک جائے اسے کاٹو جب اس پھل کو کاٹو گے تو اس میں سے وہی بیج نکلے گا۔

آقا فرما رہے ہیں حسین منی حسین مجھ سے ہے میں حسین سے ہوں آقا حسین آپ سے ہیں بات سمجھ میں آتی ہے لیکن آپ حسین سے کیسے ہیں فرمایا انتظار کرلو پچاس سال کے انتظار کے بعد جب میرا لخت جگر جب میرا نواسہ میدانِ کربلا میں کٹے گا تو میری شہادت کا ظہور حسین کے ذریعے سے ہوگا حسین کی شہادت سے میری شہادت کا ظہور ہوگا حسین مجھ سے ہے کیونکہ میرا نواسہ ہے میں حسین سے ہوں کیونکہ حسین کی شہادت ہی میری شہادت کا ظہور ہے۔

حسین کے عظمتوں کے ترانے الاپتے رہو حسین کو یاد کرتے رہو حسین کے نام کی محفلیں سجاتے رہو مبارک ہو آپ کو جنہوں نے حسین کی محفل سجائی ہے اللہ تعالیٰ تمہاری اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

شاہ است حسین

غریب نواز سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، کہ برصغیر پاک و ہند میں اشاعت اسلام کا سہرا جن کے سر سجا، نوے لاکھ ہندوؤں کو جن کے دست اقدس پر قبولِ اسلام کی سعادت نصیب ہوئی، نے کیا خوب ارشاد فرمایا:

شاہ است حسینؑ بادشاہ است حسینؑ

دین است حسینؑ دین پناہ است حسینؑ

سر داد نہ داد دست در دست یزید

حقّا کہ بنائے لا الٰہ است حسینؑ

شاہ بھی حسینؑ ہیں، بادشاہ بھی حسینؑ ہیں، دین بھی حسینؑ ہیں دین کی پناہ بھی حسینؑ ہیں۔
سر دے دیا لیکن یزید کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دیا سچ یہ ہے کہ کلمہ طیبہ کی بنیاد بھی حسینؑ ہیں۔

خواجہ صاحب نے یہ بہت پیاری رباعی اور پورا فلسفہ بیان کیا ہے اس میں ظاہر ہے کہ کہنے والے عظیم لوگ ہیں۔اس کا جو معنی اور مفاہیم ہیں بہت شاندار بڑے روح افزاء ہیں۔
پہلا مصرعہ آپ دیکھیں شاہ است حسین شاہ بھی حسین بادشاہ است حسین بادشاہ بھی حسین۔
دونوں باتیں ہیں شاہ بھی حسین بادشاہ بھی حسین عارفین نے جو اس پہ کہا محبت والوں نے کہ شاہ کہتے ہیں جو روح پہ حکومت کرتا ہوں جو دل پر حکومت کرتا ہوں اور بادشاہ اسے کہا جاتا ہے کہ جس کی حکومت جسم پر ہو تو امام عالی مقام وہ ہستی ہیں کہ جن کی حکومت دل پر بھی ہے اور جسموں پر بھی ہے۔

دین است حسین

اور پھر فرمایا دین است حسین دین پناہ است حسین کہ دین بھی حسین ہیں یہ بڑا عجیب مصرع ہے عربی زبان میں لفظِ دین کے چند معنی ہیں جس میں ایک معنی ہے: طریقہ اور روش۔
قرآن کی اصطلاح میں اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کے واسطے سے اپنے بندوں پر اپنی اطاعت کی جو باتیں مقرر فرمائی ہیں؛ تا کہ ان کے ذریعے سے وہ اللہ تعالیٰ کا قرب اور اس کی رحمت حاصل کریں"، ان سب باتوں کے مجموعہ کو" دین" کہتے ہیں۔
تو دین حسین ہیں مطلب یہ کہ اللہ کی اطاعت کے لیے جو بھی طور طریقہ اپنایا جائے اس میں اگر محبت حسین مودت حسین عشق حسین شامل نہ ہو تو وہ عمل وہ طریقہ ناقص ہے نامکمل ہے وہ دین ہی نہیں۔کہ امام حسین علیہ السلام کی ذاتِ مبارکہ دین کی روح ہے۔اور یہ حقیقت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نماز میں سجدوں سے آشکار ہے۔ کہ جس ہستی کے لیے اللہ کے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افضل ترین عبادت نماز میں افضل ترین رکن سجدے کی حالت میں جس میں انسان قرب الٰہی کے بلند ترین مقام میں ہوتا ہے ان لمحات میں امام حسین علیہ السلام کی طرف توجہ رکھنا ان کے آرام کا خیال رکھنا ان کی رضا اور خوشنودی چاہنا اور سجدے کو طول دینا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتا دیا کہ یہی اصل دین ہے یہی حقیقی دین ہے۔ اور جس شخص میں یہ محبت و مودت نہیں وہ لاکھ نماز روزے حج کر لے وہ دین میں داخل ہی نہیں ہوا بلکہ حدیث کے مطابق یہودی بن کر اٹھایا جائے گا۔

اور دین کو جب پناہ کی ضرورت ہوتی ہے تو دین امام حسین علیہ السلام کی بارگاہ میں پناہ لیتا ہے کہ پوری کائنات میں اس سے بڑھ کر دین کو پناہ دینے والا کوئی نہیں۔ سیّد الشہداء ، راکب دوشِ مصطفیٰ، امام عالی مقام حضرت سیّدنا امام حسین علیہ السلام نے منزلِ تسلیم و رضا پر صبر و استقامت سے فائز ہو کر جس جاں سپاری اور سرفروشی کی لازوال داستان زمین کربلا پر رقم کی اس کی مثال رہتی دنیا تک چشم فلک دیکھنے سے قاصر رہے گی۔ ازل سے جاری حق و باطل کی آویزش کا نکتۂ عروج میدانِ کربلا میں نظر آتا ہے۔ جہاں پر باطل اپنی تمام تر کوششوں اور ظاہری وسائل کے اعتبار سے برتری کے باوجود اہل حق کی ثابت قدمی میں رخنہ نہ ڈال سکا اور سینۂ کائنات پر یہ حقیقت ابد تک ثبت ہوگئی۔

اور یہ باتیں آج بھی ویسے ہی ہیں جیسے 1400 سال پہلے تھیں۔ آج بھی دین اسی کا کامل ہے جو امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام کا وفادار ہے ان کی محبت سے جس کا دل سرشار ہے، صرف دکھاوے اور چند دن کے لیے نہیں بلکہ ہمہ وقت امام عالی مقام کی یاد میں ہے۔ اور آج بھی دین پناہ میں آجاتا ہے پھر سے زندہ ہو جاتا ہے جب محرم الحرام کا مقدس مہینہ آتا ہے۔

؎ قتلِ حسینؓ اصل میں مرگِ یزید ہے۔۔۔اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

خلفائے اربعہ اور سیّدنا حسن علیہم الرضوان کا زمانہ تیس سال کا ہے جس پر خلافت ورحمت کا خاتمہ ہوگیا۔ امام حسنؓ کا خلافت کو ترک کرنا اس وجہ سے بھی تھا کہ آپ آمرانہ بادشاہت سے بحکم ''میرے بعد تیس سال خلافت ہوگی اس کے بعد یہ دانتوں سے کاٹنے والی ملوکیت ہوجائے گی'' بچنا چاہتے تھے۔

چنانچہ جب حدودِ الٰہیہ سے تجاوز کا دور شروع ہوا اور اسلامی مملکت کی باگ ڈور یزید جیسے فاسق وفاجر شخص کے ہاتھ میں آئی جس کی مذمت احادیث میں آئی تھی اور حضرت ابوہریرہؓ اس کی نحوست سے پناہ مانگا کرتے تھے، تحریم ما احل اللہ اور احلال ما حرم اللہ کا مذموم فعل جاری ہوا، شعائر اسلام کا مذاق اڑایا جانے لگا، دنیا پرستی عروج پر پہنچ گئی، دینی اقدار کو پامال کیا جانے لگا اور دین اوباش لوگوں کے ہاتھوں بازیچۂ اطفال بن گیا اور نوبت بہ ایں جا رسید کہ جیسا کہ مقامِ بیضا پر خطبہ دیتے ہوئے حضرت امام حسینؓ نے ارشاد فرمایا ''ان لوگوں نے شیطان کی اطاعت کو لازم پکڑلیا ہے اور رحمن کی اطاعت کو ترک کردیا، زمین میں فساد برپا کردیا، حدود اللہ کو معطل کردیا، اور مالِ غنیمت پر قبضہ کرلیا، اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال اور حلال کو حرام قرار دے دیا ہے۔'' ایسے حالات میں نواسۂ مصطفیؐ نے اپنے خون کا نذرانہ پیش کرکے گلشن اسلام کی آبیاری کا عظیم فریضہ سرانجام دیا۔ پیکر تسلیم ورضا بن کر گھر کا گھر راہِ حق میں لٹا کر دین کی لاج رکھ لی۔

ع آلِ نبیؐ کا کام تھا آلِ نبیؐ ہی کر گئے

علامہ اقبال نے اس حقیقت کو یوں بیان کیا

یعنی جب خلافت اسلامیہ نے قرآن سے رشتہ توڑا اور حرّیت کے جام میں زہر ملا دیا تو اس وقت امام عالی مقام ابرِ رحمت بن کر قبلہ کی طرف سے آئے، زمین کربلا کو اپنے خون سے

سیراب کر کے اسے گل وگلزار بنا کر تشریف لے گئے۔

امام عالی مقام کی اس عالی ہمتی، ثابت قدمی، جواں مردی اور استقامت کی بدولت اسلام کو استحکام نصیب ہوا۔ ورنہ خدا جانے آج اس دینِ مرتضیٰ کی کیا صورت ہوتی۔

آپ کی اس مبنی بر حقیقت رباعی میں عظمت حسینؑ کی صراحت کے ساتھ ساتھ یزید کے کردار اور لادینی افکار کی طرف اشارہ موجود ہے۔ حسینؑ حق ہے اور یزید باطل ہے اور دین کی بقا کے لئے ہر دور میں شبیری کردار درکار ہے کہ وقت گزرنے کے باوجود خونِ حسینؑ کی سرخی اور زیادہ بڑھتی جارہی ہے۔ آپ کی اس عظیم الشان قربانی سے اس داستانِ حرم کی تکمیل ہوئی جو سیّدنا اسماعیلؑ سے شروع ہوئی تھی اور حق و باطل، کفر و اسلام، نیکی و بدی اور خیر و شر کے درمیان تمیز ہوگئی اور حد فاصل قائم ہوگئی۔ یزیدیت مذموم ٹھہری اور یزید کا نام قیامت تک کے لئے گالی بن کر رہ گیا۔

حقّا کہ بنائے لاالٰہ است حسینؑ

راہروانِ حق کے لئے منزل مراد تک پہنچنے کا راستہ کربلا سے ہو کر گزرتا ہے۔ لہٰذا آج کے اس پرفتن دور میں فکر یزید سے پہلو تہی کرنا اور اسوۂ شبیری کو اپنانا وقت کا تقاضہ ہے۔ امام پاک کی ذات لاالٰہ کی بنیاد ہے اور لاالٰہ الا اللہ معبودانِ باطلہ سے منہ موڑ کر خالق لم یزل کی طرف توجہ کامل سے استعارہ ہے۔ اور یہی توجہ کامل انسان کو اس قابل بناتی ہے کہ وہ مصائب و مشکلات میں عوارضِ بشریہ سے مبرا و منزہ ہو کر اپنے خالق و مالک کی بارگاہ میں سر بسجود ہو کر مرتبۂ کمال کو پہنچ جاتا ہے یہاں تک کہ موت بھی اس کے عزم و استقلال کو دیکھ کر ششدر رہ جاتی ہے۔ جیسا کہ سیّدنا امام حسینؑ نے معرکۂ کربلا میں کر کے دکھایا کہ بدن مبارک تیروں سے چھلنی ہو چکا تھا اور گلزار نبوت کے نونہالوں اور دیگر احباب و مخلصین کے مقتول و مجروح اور بھوکا پیاسا ہونے کی وجہ سے دل مغموم و محزون تھا، ایسے نازک وقت میں

بھی نہ کسی سے شکایت تھی نہ حکایت بلکہ بہ استقلالِ تمام اس حال میں بھی نماز ادا فرمائی۔
یہی شانِ حسینؑ ہے اور یہی پیغامِ حسینؑ ہے۔ علامہ اقبال نے فرمایا

بہر حق در خاك و خون غلتیدہ است

پس بنائے لاالہ گردیدہ است

سیدنا حسین (علیہ السلام) حق کی خاطر خاک وخون میں لوٹے؛ اس لیے وہ لا الہ کی بنیاد بن گئے۔

مرکزِ پرکارِ عشق

پورے عالم میں عشق کا ایک ہی امام ہے، امامِ عشق، رہبرِ عشق جو کاروانِ عشق کا سالار ہے، جس کا دین عشق ہے، جس کا مسلک عشق ہے، جو سراپا عشق ہے، جو مرکز پرکارِ عشق ہے۔
پرکار: اس دوشاخے کو کہتے ہیں جس کی مدد سے دائرہ کھینچا جاتا ہے۔
علمِ عرفان میں بھی یہ اصطلاح (پرکارِ عشق) ہے چونکہ عشق بھی ایک دائرہ ہے، عشق کو تشبیہ دیتے ہیں ایک دائرے کے ساتھ جس چیز کو بھی ہم دائرے سے تشبیہ دیں وہاں فوراً یہ تصویر ذہن میں آنی چاہیے کہ اس دائرے کی ایک پرکار ہے اور اس پرکار کے دو رکن یا دو ستون ہیں، ایک ساکن ہے اور ایک متحرک ہے، دائرے کی یہ خصوصیت ہے کہ دائرے میں اصل وہ بیرونی خط نہیں ہوتا بلکہ دائرے کا اصل اور اساس وہ اندرونی مرکز ہوتا ہے، جس سے دائرہ قائم ہوتا ہے۔ دائرہ اندرونی نکتہ سے قائم ہوتا ہے نہ کہ بیرونی خط سے، بیرونی خط دائرے کی حد ہوتی ہے، دائرے کا قیام اس بیرونی خط سے نہیں ہوتا۔ بیرونی خط دائرے کا رکنِ اساسی نہیں ہے یعنی اس وجہ سے یہ دائرہ، دائرہ نہیں ہے بلکہ دائرہ اس نقطے کی وجہ سے ہے جو بیچ میں ہوتا ہے، کیوں؟ اس لئے کہ دائرے کی تعریف یہ ہے کہ دائرہ

اس شکل کو کہتے ہیں جس میں ایک مرکزی نقطہ ہو اور اس کے اردگرد کا محیط، مرکزی نقطے کے ساتھ برابر فاصلہ رکھتا ہو، اگر اس میں کسی حصے کا فاصلہ مرکزی نقطے سے زیادہ ہو گیا تو یہ دائرہ نہیں بنے گا کچھ اور بن جائے گا، دائرہ ہونے کیلئے ضروری ہے کہ اپنا فاصلہ مرکز کے ساتھ برابر رکھے، یہ جو لائن ہے یہ بھی نقطے ہیں انہی نقطوں نے خط کو گول بنایا ہوا ہے، ان نقطوں کا فاصلہ اس مرکزی نقطے کے ساتھ برابر ہونا چاہیے یعنی دائرے کا حصہ بننے کیلئے ان کو اپنا فاصلہ برابر کرنا ضروری ہے اس لئے کہ یہ اس کا مرکز ہوتا ہے۔ دائرے کا مرکزی نقطہ کہاں سے قائم ہوتا ہے؟ یہ پرکار کا نتیجہ ہوتا ہے اور پرکار کا وہ ستون جو ساکن ہوتا ہے یہ اس کا نتیجہ ہے۔

A circle is the set of all the points whose distance from a point is .the same

This point is called Centre of the circle

حقیقی دائرے کا مرکزی نقطہ

جیومیٹری کا دائرہ فقط تمثیل کیلئے تھا اب حقیقی دائرے میں آتے ہیں حقیقی دائرے میں جو مرکزی نقطہ ہے وہ مبہم ہے حقیقی دائرہ دراصل نظام شمسی کی طرح ہے جس میں سورج مرکز ہے اور جتنا بھی نظام ہے یہ سارا سورج سے قائم ہے یعنی سورج کی کشش سے یہ باقی ہے۔ اگر سورج کا جذبہ (Gravitation) نہ ہو اس نے ان کو اپنے ساتھ کشش میں منسلک نہ رکھا ہوا ہو تو یہ نظام قائم نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح سے جو حقیقی وجودی دائرہ ہے یہ اس وقت قائم ہوتا ہے کہ جب اس مرکز کے اندر کشش ہو اور یہ کشش ان اطراف اور محیط کے نقطوں کو اپنے ساتھ جوڑ کر رکھے۔

جہاں کی بقا کا راز عشق

پس دائرے کے اندر مبہم نقطہ ہے اور نقطہ پر کار کا نتیجہ ہے، چونکہ ہستی کا سارا نظام عشق سے قائم ہے، ہر مسلک یا ہر انسان عالم کی تفسیر اپنے طور پر کرتا ہے، عرفاء اور اہلِ معرفت کا یہ کہنا ہے کہ عشق بھی ایک دائرہ ہے کہ جس دائرے کے اندر ہر چیز پروئی ہوئی ہے اور عالم کی بقاء کا راز ہی عشق ہے، عشق نے عالم خلق بھی کیا ہے اور عشق نے اس کو باقی بھی رکھا ہوا ہے، یعنی یہ زمین کیوں وجود میں آئی ہے؟ عشق کے نتیجے میں وجود میں آئی ہے اور عشق کی وجہ سے باقی ہے یعنی عالم نظام شمسی کی مثال ہے یہ زمین عاشق سورج ہے اگر سورج کی عاشق نہ ہوتی تو چھوڑ کر کہیں اور چلی گئی ہوتی، یہ کہیں نہیں جاتی اس لئے کہ زمین کا سورج کے ساتھ ایک رابطہ ہے اور وہ عشق کا رابطہ ہے۔

عشق یعنی جذبہ وجاذبہ، عشق کی اگر ہم حسی مثال دیں تو یہ مقناطیس ہے، مقناطیس لوہے کو اپنی طرف کھینچتا ہے، یعنی لوہے کا اور مقناطیس کا رابطہ کشش کا ہے یہ رابطۂ عشق ہے، اس لئے شہوت اور عشق میں بہت فرق ہے، عشق یعنی ایسا کمال جو باقی کمالات کو کھینچ کر اپنی طرف لائے اور خود ان کمالات کے لئے مرکز بن جائے۔

دین بھی درحقیقت عشق کا نتیجہ ہے بلکہ دین خود عشق ہے۔ عبادت، سجدہ اور نماز عشق ہے۔ نمازِ عاشقانہ۔ عشق کا معشوق سے اظہارِ عشق کرنے کو نماز کہتے ہیں۔

ایک عاشق کی زبان سے جب معشوق کے بارے میں کوئی بات ہوتی ہے تو یہ اس کی نماز ہوتی ہے، اسی لئے کہا گیا ہے کہ عاشقانہ نماز پڑھو، عاشق کو عاشقانہ باتیں چاہئیں جس طرح سے خود امیرالمومنین کی عبادتیں عاشقانہ عبادتیں تھیں کہ اگر یہ جنت وجہنم سب ختم بھی ہوجائے تو میں پھر بھی اے خدا تیری عبادت کروں گا۔ دین سراپا عشق ہے۔

جیسا کہ حضرت امام جعفر صادق (ع) فرماتے ہیں:

"هل الدین الا الحب"

یعنی دین محبت اور عشق کے علاوہ بھی کچھ ہے۔ دین کو تفسیرِ عشق چاہیے۔ ابھی جس دین سے ہمارا تعلق ہے یہ عاشقانہ نہیں ہے یہ سوداگرانہ ہے یہ سوداگرانہ اور منفعت طلب دین ہے، یہ عاشقانہ دین نہیں ہے، لہٰذا جن چیزوں میں معاوضہ کم ہے وہ انجام نہیں دیتے۔ نمازِ شب نہیں پڑھتے، کیوں؟ اس لئے کہ معاوضہ کم ہے یا اس میں سزا نہیں ہے، ہم معاوضہ کے چکر میں ہیں، جن میں اجر و ثواب زیادہ ہے، جس سے جنت میں بڑا پلاٹ ملنے والا ہو ہم ان چکروں میں ہیں۔

دین میں جتنے بھی اصول ہیں وہ سارے عشق کی بنیاد پر قابلِ فہم ہیں انہی میں سے ایک مسئلہ امامت ہے۔ دین عشاق پرور ہے اور انسان کو عاشقِ خدا بناتا ہے اور اس عشق کو امام اور مفسر کی ضرورت ہے اس کاروانِ عشق کو رہبر کی ضرورت ہے اور وہ رہبرِ کاروانِ عشق سید الشہداء امام عالی مقام ہیں، جو کاروانِ عشق کو لے کر قربان گاہِ عشق تک گئے ہیں اور اب بھی ہیں نہ کہ ایک زمانے میں ایک چھوٹا سا گروہ بہتّر عاشقوں کا تھا اور وہ چلے گئے، نہیں بلکہ قیامت تک کاروانِ عشق کے سالار حسین ہیں۔ اس لئے اقبال حسرت کرتے ہیں کہ کاروانِ حجاز تو ہے لیکن اس میں ایک حسین بھی نہیں ہے۔

امام حسین علیہ السلام کی تربیت کس نے کی؟

مادرِ آں مرکزِ پرکارِ عشق

مادرِ آں کاروانِ سالارِ عشق

فاطمہ زہرا (س) پرکارِ عشق کے مرکز کی ماں ہے، عشق کا مرکز حسین ہیں اور حسین کی ماں زہراء (س) ہیں یعنی اس کاروانِ عشق کے سالار کی ماں ہیں۔ کربلا میدانِ عشق ہے، حسین امامِ عشق ہیں بہت چیدہ چیدہ اور انگشت شمار لوگوں کو ہی کربلا اور حسین سمجھ میں آیا

ہے۔اقبال جیسے انسان کے قلم اور دل سے ہی ایسی زیبا بات نکل سکتی ہے۔

مزرع تسلیم را حاصل بتول

مادران را اسوہ کامل بتول

سیدنا فاطمہ (سلام اللہ علیہا) تسلیم و رضا کی کھیتی کا حاصل اور ماؤں کے لیے اسوہ کاملہ ہیں۔

آن ادب پروردہ صبر و رضا

آسیا گردان ولب قرآن سرا

آپ (سلام اللہ علیہا) نے صبر و رضا کی ادب گاہ میں پرورش پائی تھی؛ ہاتھ چکّی پیستے اور لبوں پر قرآن پاک کی تلاوت ہوتی تھی۔

گریہ ہائے او ز بالین بے نیاز

گوہر افشاندی بدامان نماز

آپ (سلام اللہ علیہا) کے آنسو تکیے پر کبھی نہ گرے (آپ (سلام اللہ علیہا) نے تنگئ حالات پر کبھی آنسو نہ بہائے) البتہ نماز کے دوران آپ (سلام اللہ علیہا) کے آنسو موتیوں کی طرح ٹپکتے تھے۔

اشک او بر چید جبریل از زمین

ہمچو شبنم ریخت بر عرش برین

جبریل امین (علیہ السلام) آپ (سلام اللہ علیہا) کے آنسو سمیٹ لیتے اور انہیں عرش بریں پر شبنم کی طرح ٹپکاتے۔ دختر ن ملت کو نصیحت کرتے ہوئے اور اسوۂ سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کو اسوہ کاملہ قرار دیتے ہوئے اقبال فرماتے ہیں:

اگر پندی ز درویشی پذیری

ہزار امت بمیرد تو نمیری

بتول باش و پنہاں شو ازیں عصر
کہ در آغوش شبیری بگیری

اگر تو اس درویش کی نصیحت پلے باندھ لے، تو ہزار قومیں مر جائیں مگر تو نہیں مرے گا۔ سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کا اسوہ اپنا اور اس دور سے پنہاں رہ، تاکہ تو کسی شبیر کو جنم دے سکے۔ (ارمغان حجاز)۔

امامِ حسین علیہ السلام: ذبحِ عظیم کی عملی تفسیر

سر ابراهیم و اسمعیل بود
یعنی آن اجمال را تفصیل بود

آپ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) اور حضرت اسماعیل (علیہ السلام) کے واقعہ کے سرّ اور اس اجمال کی تفصیل ثابت ہوئے۔ (رموزِ بے خودی)

الله الله بائے بسم الله پدر
معنی ذبح عظیم آمد پسر

ان کے والد کا مرتبہ بائے بسم اللہ کا سا تھا اور سیدنا حسین ذبحِ عظیم کی تعبیر ہیں۔

قرآن اور ذکر اہل بیت

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''قرآن اور میری اہل بیت رضی اللہ عنہم کو اکٹھا تھامے رکھو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے''

المستدرک، 3:118، رقم 4577

اس پر قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ تفسیر مظہری میں بڑی لطیف بات فرماتے ہیں کہ اس حدیث مبارکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ اشارہ فرما رہے ہیں کہ میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، نبوت و رسالت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے اب امت کی اصلاح اور رشد و ہدایت کا کام میری امت کے علماء سرانجام دیں گے اور علماء دو قسموں کے ہونگے۔ علماء ظاہر اور علماء باطن۔ ان کے ذریعے امر شریعت قائم ہوگا، امت کے لئے ہدایت کے راستے کھولے جائیں گے۔ ہر زمانہ میں دین کی تجدید ہوتی رہے گی، اسلام کا احیاء ہوتا رہے گا لیکن نبی کوئی نہیں آئے گا۔ بنی اسرائیل میں ہر نبی کے بعد دوسرا نبی آ جاتا تھا مگر آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے یہ اشارہ دے کر پہلا اعلان یہ کر دیا کہ

اَنَاْ مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُهَا المستدرک، 3:137، رقم 4638:

میں علم کا شہر ہوں اور علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہیں'' اس حدیث مبارکہ کو امام بزار، امام طبرانی، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ ابن عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے۔ امام حاکم اور دوسرے ائمہ نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ گویا آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل بیت کے پہلے امام کا نام بتا دیا کہ شہر علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دروازہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر المظہری میں لکھتے ہیں کہ لوگو! ''اگر تم اس فرمان نبوی

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق، گواہی اور شہادت چاہتے ہوتو تمام اولیاء اللہ کے سلاسل کو دیکھ لو۔ اولیاء اللہ کے سب سلسلے مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ پر ختم ہوتے ہیں۔ یہ تمام سلسلے اِلاَّ الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰی کا راز بتا رہے ہیں کہ کُل ائمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ خود امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ، ان کے نو شیوخ اور نو اساتذہ کرام حضرت امام جعفر صادق اور حضرت امام محمد الباقر رضی اللہ عنہما کے شاگرد تھے۔ اسی طرح تمام ائمہ ظاہر و باطن کا مرجع اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم تھے۔ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ظاہر کے امام بھی کثرت سے اہل بیت رضی اللہ عنہم میں سے ہوئے اور ولایت کے امام، اولیاء، صوفیاء کثرت سے اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم میں سے ہوئے۔ سلسلوں کے تمام امام، اکابر صلحاء اہل بیت وسادات میں سے ہوئے ہیں۔

احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ، غوث المغربی رحمۃ اللہ علیہ کثرت کے ساتھ تمام سلاسل اولیاء، علماء ظاہر، ائمہ اطہار میں سے تھے چونکہ اہل بیت میں سے کثرت کے ساتھ ہدایت کا سامان چلتا تھا اس لئے حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے قیامت تک متوجہ کر دیا کہ میری اہل بیت کو تھامے رکھنا۔ قیامت کے دن بھی میری اہل بیت رضی اللہ عنہم اور قرآن جڑے ہوئے حوض کوثر پر میرے پاس آئیں گے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ’’بے شک میں تم میں دو نائب چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ ایک اللہ تعالیٰ کی کتاب جو کہ آسمان اور زمین کے درمیان پھیلی ہوئی رسی (کی طرح) ہے اور میری عترت یعنی میرے اہل بیت رضی اللہ عنہم اور یہ کہ یہ دونوں اس وقت تک ہرگز جدا نہیں ہونگے جب تک یہ میرے پاس حوض کوثر پر نہیں پہنچ جاتے‘‘

آیتِ مباہلہ

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَكُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ ۟ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ﴿۶۱﴾ (3-61 آل عمران)

پھراے محبوب! جوتم سے عیسٰی کے بارے میں حجت کریں بعداس کے کہ تمہیں علم آچکا تو ان سے فرما دو آ ؤ ہم بلائیں اپنے بیٹے اورتمہارے بیٹے اوراپنی عورتیں اورتمہاری عورتیں اور اپنی جانیں اورتمہاری جانیں، پھرمباہلہ کریں تو جھوٹوں پراللہ کی لعنت ڈالیں

عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِيْ وَقَّاصٍ رضی الله عنه قَالَ : لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ (فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَآءَ نَا وَ أَبْنَآءَ كُمْ) آل عمران : 61، دَعَا رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم عَلِيًّا وَ فَاطِمَةَ وَ حَسَنًا وَ حُسَيْنًا فَقَالَ : اللَّهُمَّ هَؤُلَاءِ أَهْلِيْ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَ التِّرْمِذِيُّ.

وَ قَالَ التِّرْمِذِيُّ : هَذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ.

''حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب آیتِ مباہلہ ''آپ فرما دیں آ ؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں اورتم اپنے بیٹوں کو بلاؤ'' نازل ہوئی تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حسین علیہم السلام کو بلایا، پھر فرمایا: یا اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں۔'' اس حدیث کو امام مسلم اور ترمذی نے روایت کیا ہے اورامام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔ مسلم في الصحيح، كتاب فضائل الصحابه، باب: من فضائل علي بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، 4 / 1871، الحديث رقم:2999

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصارٰی نجران کو یہ آیت پڑھ کر سنائی اور مباہلہ کی

دعوت دی تو کہنے لگے کہ ہم غور اور مشورہ کرلیں کل آپ کو جواب دیں گے جب وہ جمع ہوئے تو انہوں نے اپنے سب سے بڑے عالم اور صاحب رائے شخص عاقب سے کہا کہ اے عبدالمسیح آپ کی کیا رائے ہے اس نے کہا اے جماعت نصاریٰ تم پہچان چکے کہ محمد نبی مرسل تو ضرور ہیں اگر تم نے ان سے مباہلہ کیا تو سب ہلاک ہوجاؤ گے اب اگر نصرانیت پر قائم رہنا چاہتے ہو تو انہیں چھوڑ و اور گھر کو لوٹ چلو یہ مشورہ ہونے کے بعد وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ حضور کی گود میں تو امام حسین ہیں اور دست مبارک میں حسن کا ہاتھ اور فاطمہ اور علی حضور کے پیچھے ہیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) اور حضور ان سب سے فرمارہے ہیں کہ جب میں دعا کروں تو تم سب آمین کہنا نجران کے سب سے بڑے نصرانی عالم (پادری) نے جب ان حضرات کو دیکھا تو کہنے لگا اے جماعت نصاریٰ میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ لوگ اللہ سے پہاڑ کو ہٹا دینے کی دعا کریں تو اللہ تعالیٰ پہاڑ کو جگہ سے ہٹا دے ان سے مباہلہ نہ کرنا ہلاک ہوجاؤ گے اور قیامت تک روئے زمین پر کوئی نصرانی باقی نہ رہے گا یہ سن کر نصاریٰ نے حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ مباہلہ کی تو ہماری رائے نہیں ہے آخر کار انہوں نے جزیہ دینا منظور کیا مگر مباہلہ کے لئے تیار نہ ہوئے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے نجران والوں پر عذاب قریب آ ہی چکا تھا اگر وہ مباہلہ کرتے تو بندروں اور سوروں کی صورت میں مسخ کردیئے جاتے اور نجران آگ سے بھڑک اٹھتا اور نجران اور وہاں کے رہنے والے پرند تک نیست و نابود ہوجاتے اور ایک سال کے عرصہ میں تمام نصاریٰ ہلاک ہوجاتے۔

اللہ کی محبت میں اپنا کھانا محتاج یتیم اور قیدی کو کھلا دیتے

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا.

''اور (اپنا) کھانا اللہ کی محبت میں (خود اس کی طلب و حاجت ہونے کے باوُجود اِیثاراً) محتاج کو اور یتیم کو اور قیدی کو کھلا دیتے ہیں۔''

(دہر، 8:76)

اس آیت کے نزول کا سبب تمام مفسرین کے نزدیک اہلِ بیتِ اطہار علیہم السلام ہیں کہ ایک دفعہ جب حسنین کریمین بیمار ہو گئے تو ان کی صحتیابی پر تین روزوں کی نذر مانی۔ جب حسنین کریمین صحت یاب ہو گئے تو حضرت علی المرتضیٰؓ، حضرت فاطمہؓ اور سیدہ فضہؓ نے روزہ رکھا۔ پہلے دن وقتِ افطار کسی مسکین نے بھوکے ہونے کی صدا دی تو اہلِ بیت علیہم السلام کے مقدس گھرانے کے مقدس نفوس نے اپنی افطاری کا سامان اس مسکین کو دے دیا اور خود پانی سے روزہ افطار کرلیا۔ دوسرے دن وقتِ افطار کسی یتیم نے بھوکے ہونے کا اظہار کیا تو افطاری کی چیزیں اُسے عطا کر دیں اور خود پانی سے افطار کرلیا۔ تیسرے دن بھی اسی طرح ہوا کہ ایک قیدی نے آواز دی کہ بھوکا ہوں، ان مقدس ہستیوں نے تیسرے دن کی بھی افطاری کا سامان اس قیدی کو دے دیا اور خود پانی سے افطار کرلیا۔ اگلے دن جب حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اہلِ بیتِ اطہار علیہم السلام کے اس ایثار کی قبولیت کے اظہار پر مذکورہ آیت مبارکہ نازل فرمائی۔ اس آیت کا نزول اہلِ بیتِ اطہار علیہم السلام کے لیے ہو رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اہل بیت علیہا السلام کو کمالِ تطہیر کی شانِ عظیم سے نواز دیا

اِنَّمَا يُرِيۡدُ اللّٰهُ لِيُذۡهِبَ عَنۡكُمُ الرِّجۡسَ اَهۡلَ الۡبَيۡتِ وَ يُطَهِّرَكُمۡ تَطۡهِيۡرًا

بس اللہ یہی چاہتا ہے کہ اے (رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے) اہلِ بیت! تم سے ہر قسم کے گناہ کا میل (اور شک و نقص کی گرد تک) دُور کر دے اور تمہیں (کامل) طہارت سے نواز کر بالکل پاک صاف کر دے

مندرجہ بالا آیت کریمہ میں اہل بیت سے کون لوگ مراد ہیں، اس بارے میں مختلف اقوال ہیں لیکن اکثر مفسرین کا خیال ہے اور خود حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کریمہ کے نازل ہونے کے بعد ارشاد فرمایا کہ آیت تطہیر سیدنا علی، سیدہ کائنات، امام حسن اور امام حسین (علیہم السلام) کے متعلق نازل ہوئی۔ چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان:

قال: نزلت فی خمسة: فی رسول الله، وعلی وفاطمة، والحسن والحسين.

یہ آیت پانچ ہستیوں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، علی، فاطمہ، حسن اور حسین کے بارے میں نازل ہوئی۔

(طبرانی، المعجم الاوسط، 380:3، رقم الحدیث: 3456)

عن أنس بن مالك رضی الله عنه: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يمر بباب فاطمة ستة أشهر إذا خرج إلى صلاة الفجر، يقول الصلاة! يا أهل البيت): إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذۡهِبَ عَنكُمُ الرِّجۡسَ أَهۡلَ الۡبَيۡتِ وَيُطَهِّرَكُمۡ تَطۡهِيۡرًا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ چھ (6) ماہ تک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ معمول رہا کہ جب نمازِ فجر کے لئے نکلتے تو حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے دروازہ کے پاس سے گزرتے ہوئے فرماتے: اے اہل بیت! نماز قائم کرو (اور پھر یہ آیتِ مبارکہ پڑھتے)۔۔۔اے اہلِ بیت! اللہ چاہتا ہے کہ تم سے (ہر طرح کی) آلودگی دُور کر دے اور تم کو خوب پاک و صاف کر دے۔'' اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔

الترمذي في الجامع الصحيح، کتاب التفسير، باب ومن سوره الاحزاب، 5 / 352، الحديث رقم: 3206، وأحمد بن حنبل في المسند، 3 / 259، 285، والحاکم في المستدرک، 3 / 172، الحديث رقم: 4748، وأحمد بن حنبل في فضائل الصحابه، 2 / 761، الحديث رقم: 1340

''حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسن، حسین، علی اور فاطمہ سلام اللہ علیہم پر چادر پھیلائی اور فرمایا: اے اللہ! یہ میرے اہل بیت اور مقرب ہیں، ان سے ہر قسم کی آلودگی دور فرما اور انہیں اچھی طرح پاکیزگی وطہارت سے نواز دے۔''

ترمذي، الجامع الصحيح، 5: 699، کتاب المناقب، رقم: 3871۔ احمد بن حنبل، المسند، 6: 304، رقم 26639۔ طبرانی، المعجم الکبير، 3: 54، رقم: 2668

ابن کثير، تفسير القرآن العظيم، 3: 485

''حضرت صفیہ بنت شیبہ سے روایت ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح کے وقت باہر تشریف لائے اس حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک چادر اوڑھی ہوئی تھی جس پر سیاہ اون سے کجاوٗوں کے نقش بنے ہوئے تھے۔ حسن بن علی علیہما السلام آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے انہیں اس چادر میں داخل کرلیا پھر حسین آئے اور آپ کے ہمراہ چادر میں داخل ہو گئے، پھر فاطمہ سلام اللہ علیہا آئیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اس چادر میں داخل کرلیا، پھر علی آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بھی چادر میں لے لیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت مبارکہ پڑھی ''اے اہل بیت! اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے (ہر طرح کی) آلودگی دور کر دے اور تم کو کمال درجہ طہارت سے نواز دے۔''

1. مسلم، الصحیح، 4:1883، کتاب فضائل الصحابہ، رقم:2424

2. ابن ابي شیبہ، المصنف، 6:370، رقم:36102

3. احمد بن حنبل، فضائل الصحابہ، 2:672، رقم:149

اللہ کی رسی اہلِ بیتِ اطہارؓ ہیں

اسی طرح اللہ رب العزت نے فرمایا:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا.

(آل عمران، 3:103)

''اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ مت ڈالو۔''

حضرت امام جعفر الصادق علیہ السلام اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ''حبل اللہ'' ((اللہ کی رسی) سے مراد اہلِ بیتِ اطہارؓ ہیں۔ گویا اس آیت کا نزول بھی اہلِ بیتِ اطہار کے لیے ہے۔

شانِ حیدرِ کرّار

سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

من آیاتِ القرآن

حضرت علیؓ کی شان میں سب سے زیادہ آیات

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : مَا نَزَلَ فِي أَحَدٍ مِنْ كِتَابِ اللهِ تَعَالَى مَانَزَلَ فِي عَلِيٍّ.
رَوَاهُ ابْنُ عَسَاكِرَ فِي تَارِيْخِهِ.

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ **قرآن پاک کی جتنی آیات حضرت علی کے حق میں نازل ہوئی ہیں کسی اور کے حق میں نازل نہیں ہوئیں**۔اس حدیث کو امام ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں روایت کیا ہے۔''

أخرجه ابن عساكر في تاريخ دمشق الكبير ،42 / 363، والسيوطي في تاريخ الخلفاء:132

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : نَزَلَتْ فِي عَلِيٍّ ثَلاَثُمِئَةَ آيَةٍ. رَوَاهُ ابْنُ عَسَاكِرَ فِي تَارِيْخِهِ.

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ **حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں قرآن کریم کی تین سو آیات نازل ہوئیں** اس حدیث کو امام ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں روایت کیا ہے۔''

أخرجه ابن عساكر في تاريخ دمشق الكبير ،42 / 364، والسيوطي في تاريخ الخلفاء:132

قال امام أحمد بن حنبل :

امام احمد بن حنبل (رح) فرماتے ہیں: **جتنی احادیث حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں وارد ہیں، کسی اور کی فضیلت میں وارد نہیں**۔ (حاکم نے اسے روایت کیا ہے)

سیوطي في تاريخ الخلفاء:109

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور عظیم الشان منزلت کے بارے میں جو آیات نازل ہوئی ہیں ہم ان میں سے ذیل میں بعض آیات پیش کرتے ہیں:

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے

(البقرۃ 2-274)

اَلَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَہُمۡ بِالَّیۡلِ وَ النَّہَارِ سِرًّا وَّ عَلَانِیَۃً فَلَہُمۡ اَجۡرُہُمۡ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ ۚ وَ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ

جو لوگ (اللہ کی راہ میں) شب و روز اپنے مال پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے ہیں تو ان کے لئے ان کے رب کے پاس ان کا اجر ہے اور (روزِ قیامت) ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔

شانِ نزول: یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں نازل ہوئی جب کہ آپ نے راہِ خدا میں چالیس ہزار دینار خرچ کئے تھے دس ہزار رات میں اور دس ہزار دن میں اور دس ہزار پوشیدہ اور دس ہزار ظاہر، ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت حضرت علی مرتضیٰ کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ کے حق میں نازل ہوئی جب کہ آپ کے پاس فقط چار درہم تھے اور کچھ نہ تھا آپ نے ان چاروں کو خیرات کر دیا۔ ایک رات میں ایک دن میں ایک کو پوشیدہ ایک کو ظاہر۔ (تفسیر کنزالایمان)۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے قول: الذین ینفقون اموالھم باللیل والنھار سراً وعلانیہ" کی تفسیر میں روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ بن ابی طالب کے حق میں نازل ہوئی ان کے پاس چار درہم تھے ایک انہوں نے شب کو (راہ خدا میں) دیا اور ایک دن کو اور ایک چھپا کر اور علانیہ طور پر۔

ربّ کا پیغام

(المآئدۃ 5-67)

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَ اللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ

اے (برگزیدہ) رسول! جو کچھ آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے (وہ سارا لوگوں کو) پہنچا دیجئے، اور اگر آپ نے (ایسا) نہ کیا تو آپ نے اس (ربّ) کا پیغام پہنچایا ہی نہیں، اور اللہ (مخالف) لوگوں سے آپ (کی جان) کی (خود) حفاظت فرمائے گا۔ بیشک اللہ کافروں کو راہِ ہدایت نہیں دکھاتا

امام فخر الدین رازی آیتِ مبارکہ کا شانِ نزول بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

نزلت الآیة فی فضل علیّ بن أبی طالب علیه السلام، و لما نزلت هذه الآیةُ أخذ بیده و قال : مَن کنتُ مولاه فعلیّ مولاه، اللهم والِ من والاه و عادِ من عاداه. فلقیه عمر رضی الله عنه، فقال : هنیئاً لك یا ابن أبی طالب، أصبحتَ مولای و مولی کلِ مؤمنٍ و مؤمنة. و هو قول ابن عباس و البراء بن عازب و محمد بن علی.

یہ آیتِ مبارکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں نازل ہوئی ہے، جب یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: جس کا میں مولا ہوں، اُس کا علی مولا ہے، اے اللہ! تو اُسے دوست رکھ جو اِسے دوست رکھے، اور اُس سے عداوت رکھ جو اِس سے عداوت رکھے۔ اُس کے (فوراً) بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور فرمایا: اے ابن ابی

طالب! آپ کو مبارک ہو، اب آپ میرے اور ہر مؤمن اور مؤمنہ کے مولا قرار پائے ہیں۔ اِسے عبداللہ بن عباس، براء بن عازب اور محمد بن علی رضی اللہ عنھم نے روایت کیا ہے۔

1. رازي، التفسير الكبير، 12:49، 50

2. ابن ابی حاتم رازی نے 'تفسیر القرآن العظیم (4:1172، رقم: 6609)' میں عطیہ عوفی سے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی کہ سورۃ المائدہ کی آیت نمبر 67 حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی۔

علاوہ ازیں درج ذیل نے بھی یہ روایت نقل کی ہے:

3. واحدي، اسباب النزول: 115

4. سيوطي، الدر المنثور في التفسير بالماثور، 2:298

5. آلوسي، روح المعانی، 6:193

6. شوکانی، فتح القدیر، 2:60

حضرت علی (رض) ہادی ہیں

(الرعد 13-7)

وَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّ لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ

اور کافر لوگ کہتے ہیں کہ اس (رسول) پر ان کے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں اتاری گئی؟ (اے رسولِ مکرّم!) آپ تو فقط (نافرمانوں کو انجامِ بد سے) ڈرانے والے اور ہر ایک قوم کے لیے رہنما ہوا کرتا ہے

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: أنا المنذر وعلی الهادی وبك یا علی یهتدی المهتدون من بعدی۔ میں ڈرانے والا اور حضرت علی

(رض) ہادی ھیں، اس کے بعد اسی جگہ فرمایا: اے علی (علیہ السلام) میرے بعد ہدایات پانے والے تجھ سے ہدایت پائیں گے

ما أخرجه الطبری بإسناد حسن من طریق سعید بن جبیر ، عن بن عباس قال : لما نزلت (إنما أنت منذر ولکل قوم هاد) ، وضع صلی الله علیه وسلم یده علی صدره فقال: أنا المنذر(ولکل قوم هاد), وأومأ بیده إلی منکب علیؓ, فقال: أنت الهادی یا علیؓ, بك یهتدی المهتدون بَعْدی

ترجمہ اور طبری نے حسن سند کے ساتھ سعید بن جبیر کے طرق سے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ إنما أنت منذر ولکل قوم هاد تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ اپنے سینہ پر رکھا اور کہا کہ میں منذر (ڈرانے والا) ہوں، اور آیت کے اس حصے ولکل قوم هاد پر اپنا ہاتھ علی کرم اللہ وجہہ کے کندھے پر رکھ کر کہا کہ اے علیؑ! تم ہادی ہو۔ تمہارے ذریعے ہدایت حاصل کرنے والے میرے بعد ہدایت حاصل کریں گے

المصدر: فتح الباري لابن حجر الصفحة أوالرقم: 8 / 226 خلاصة حكم المحدث: إسناده حسن

تفسیر طبری، جلد ۱۳، صفحہ ۷۲۔ اور تفسیر رازی میں بھی تقریباً یہی مطلب درج ہے۔ کنز العمال، جلد ۶، صفحہ ۱۵۷۔

حضرت علی دوست مولا مددگار

(المآئدة 5-55)

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَرَسُوْلُه وَالَّذِيْنَ آمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلاةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ

ترجمہ: تمہارے دوست ہیں اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے کہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور خواہ وہ رکوع میں ہوں۔

عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ رضی الله عنه، يَقُوْلُ : وَقَفَ عَلَى عَلِيِّ بْنِ أَبِي طالب رضی الله عنه سَائِلٌ وَ هُوَ رَاكِعٌ فِي تَطَوُّعٍ فَنَزَعَ خَاتَمَهُ فَأَعْطَاهُ السَّائِلَ، فَأَتَى رَسُوْلَ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم فَأَعْلَمَهُ ذَلِكَ، فَنَزَلَتْ عَلَى النَّبِي صلى الله عليه وآله وسلم هَذِهِ الآيَةُ : (إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَ رَسُوْلُهُ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلَاةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكَاةَ وَ هُمْ رَاكِعُوْنَ) فَقَرَأَهَا رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم ثُمَّ قَالَ : مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ، اللّٰهُمَّ! وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَ عَادِ مَنْ عَادَاهُ. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالْحَاكِمُ وَ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْمُعْجَمِ الْأَوْسَطِ.

''حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک سائل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کھڑا ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ نماز میں حالتِ رکوع میں تھے۔ اُس نے آپ رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی کھینچی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے انگوٹھی سائل کو عطا فرما دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُس کی خبر دی۔ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی: (بے شک تمہارا

(مددگار) دوست اللہ اور اُس کا رسول ہی ہے اور (ساتھ) وہ ایمان والے ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ (اللہ کے حضور عاجزی سے) جھکنے والے ہیں) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کو پڑھا اور فرمایا: ''جس کا میں مولا ہوں اُس کا علی مولا ہے، اے اللہ! جو اِسے دوست رکھے تو اُسے دوست رکھ اور جو اِس سے عداوت رکھے تو اُس سے عداوت رکھ۔ اس حدیث کو امام احمد بن حنبل، امام حاکم اور امام طبرانی نے المعجم الکبیر اور المعجم الاوسط میں روایت کیا ہے۔''

أحمد بن حنبل في المسند، 1:119 وفيه أيضا، 4 / 372، والحاكم في المستدرك، 3 / 119، 371، الحديث رقم: 4576، 5594، والطبراني في المعجم الاوسط، 7 / 129، 130، الحديث رقم: 6228، والطبراني في المعجم الكبير، 4 / 174، الحديث رقم: 4053

غدیر خم کا دن آج تمہارا دین مکمل کر دیا

(المآئدة 5-3)

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ

ترجمہ: آج میں نے تمہارے لئے دین کامل کر دیا

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه، قَالَ : مَنْ صَامَ يَوْمَ ثَمَانِ عَشَرَةَ مِنْ ذِي الْحَجَّةِ كُتِبَ لَهُ صِيَامُ سِتِّيْنَ شَهْرًا، وَ هُوَ يَوْمَ غَدِيْرِ خُمٍّ لَمَّا أَخَذَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وآله وسلم بِيَدِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رضى الله عنه، فَقَالَ : أَلَسْتَ اَوْلَى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا : بَلَى، يَا رَسُوْلَ اللهِ! قَالَ : مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ، فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ : بَخٍ بَخٍ لَكَ يَا ابْنَ أَبِي طَالِبٍ! أَصْبَحْتَ مَوْلَايَ وَ مَوْلَى كُلِّ مُسْلِمٍ، فَأَنْزَلَ الله (اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ)۔ رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْمُعْجَمِ الْأَوْسَطِ.

’’حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس نے اٹھارہ ذی الحج کو روزہ رکھا اس کے لئے ساٹھ (60) مہینوں کے روزوں کا ثواب لکھا جائے گا، اور یہ غدیر خم کا دن تھا جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: کیا میں مؤمنین کا ولی نہیں ہوں؟ انہوں نے عرض کیا: کیوں نہیں، یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کا میں مولا ہوں، اُس کا علی مولا ہے۔ اس پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مبارک ہو! اے ابنِ ابی طالب! آپ میرے اور ہر مسلمان کے مولا ٹھہرے۔ (اس موقع پر) اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ’’آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا۔ اس حدیث کو طبرانی نے ’’المعجم الاوسط‘‘ میں روایت کیا ہے۔‘‘

سیوطی نے ’الدر المنثور فی التفسیر بالماثور (2:259)‘ میں آیت مذکورہ کی شان نزول کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غدیر خم کے روز ’من کنت مولاہ فعليّ مولاہ‘ کے الفاظ فرمائے تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

الطبراني في المعجم الأوسط، 3 / 324، وخطيب البغدادي في تاريخ بغداد، 8 / 290، وابن عساكر في تاريخ الدمشق الكبير، 45 / 176، 177، وابن كثير في البداية والنهاية، 5 / 464، ورازي في التفسير الكبير، 11 / 139.

ساری مخلوق سے بہتر

98-7 البیّنۃ

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ

ترجمہ: بیشک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہی لوگ ساری مخلوق سے بہتر ہیں

تفسیر درالمنثور جلد ٦ جلال الدین سیوطی نے سورۂ بینہ کی ساتویں آیت (اِنَّ الَّذِین۔ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ اُوْلٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ) کی تفسیر میں یہ حدیث نقل کی ہے:

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا: میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مخلوق میں سے معزز محترم کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا: اے عائشہ! کیا تو یہ آیت نہیں پڑھتی:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ

امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ ہم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس موجود تھے کہ اتنے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے۔ تو حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! بے شک یہ اور اس کا گروہ قیامت کے دن یقیناً کامیاب ہیں۔** پھر یہ آیت نازل ہوئی اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ آتے تو صحابہ کرام کہا کرتے: جَآءَ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ساری مخلوق سے بہتر آ گیا۔

امام ابن عدی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا: **اس سے مراد تو اور تیرا گروہ ہے قیامت کے دن یہ (اللہ سے) راضی ہوں گے اور (اللہ) ان سے راضی ہوگا۔**

سید امیر علی ملیح آبادی تفسیر مواہب الرحمن (98-7) البیّنۃ صفحہ 680

قَالَ النَّبِیّ صَلَّی الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَنْتَ يَا عَلِیّ وَشِيعَتك خَيْرُ الْبَرِيَّةِ -

تفسیر الطبری (تفسير الطبري)

القرآن - تفسير الطبري سورۃ بینہ کی ساتویں آیت (اِنَّ الَّذِیۡنَ ۔ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ ھُمۡ خَیۡرُ الۡبَرِیَّۃِ) کی تفسیر میں یہ حدیث نقل کی ہے۔

حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام فرماتے تھے

ہم اہل ذکر ہیں

سورہ نحل آیت ۴۳

فَسۡئَلُوۡۤا اَہۡلَ الذِّکۡرِ اِنۡ کُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ

ترجمہ: اگر تم نہیں جانتے تو اہل ذکر سے پوچھ لو۔

جابر جعفی کہتے ہیں کہ جب یہ آیت "فأُسئلوا ائهل الذكر ان كنتم لا تعلمون" نازل ہوئی تو حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام فرماتے تھے ہم اہل ذکر ہیں۔ [تفسیر طبری، جلد ۸، صفحہ ۱۴۵]

امام مبین

36-12 سورہ یٰسٓ

اِنَّا نَحۡنُ نُحۡیِ الۡمَوۡتٰی وَ نَکۡتُبُ مَا قَدَّمُوۡا وَ اٰثَارَہُمۡ وَ کُلَّ شَیۡءٍ اَحۡصَیۡنٰہُ فِیۡۤ اِمَامٍ مُّبِیۡنٍ

ترجمہ: بیشک ہم ہی تو مُردوں کو زندہ کرتے ہیں اور ہم وہ سب کچھ لکھ رہے ہیں جو (اَعمال) وہ آگے بھیج چکے ہیں، اور اُن کے اثرات (جو پیچھے رہ گئے ہیں)، اور ہر چیز کو امام مبین نے احاطہ کر رکھا ہے

اس آیت مبارکہ کی آخر میں امام مبین استعمال ہوا ہے۔ جس کا ترجمہ روشن کتاب یا واضع کتاب کیا گیا ہے۔ جو کہ میرے خیال میں کسی طرح درست نہیں ہے۔ امام مبین کا ترجمہ صرف اور صرف واضع امام، یا واضع پیشوا یا واضع رہنما ہوسکتا ہے۔ کیونکہ قران پاک میں امام کا مطلب ہی پیشوا لیا گیا ہے نہ کہ کتاب۔

روشن کتاب یا واضع کتاب کا تذکرہ قران کریم میں کافی جگہ ہوا ہے اور ان آیات میں لفظ کتاب مبین استعمال ہوا ہے۔ امام مبین کہیں نہیں استعمال ہوا۔ مثال کے طور پر مندرجہ ذیل آیات گرامی کو ملاحظہ کیجئے۔ جہاں کتاب مبین واضع طور پر استعمال ہوا ہے۔

سورہ المائدہ

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِّمَّا كُنتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُو عَن كَثِيرٍ ۚ قَدْ جَاءَكُم مِّنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُّبِينٌ

اے اہلِ کتاب! بیشک تمہارے پاس ہمارے (یہ) رسول تشریف لائے ہیں جو تمہارے لئے بہت سی ایسی باتیں (واضح طور پر) ظاہر فرماتے ہیں جو تم کتاب میں سے چھپائے رکھتے تھے اور (تمہاری) بہت سی باتوں سے درگزر (بھی) فرماتے ہیں۔ بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور (یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آ گیا ہے اور ایک روشن کتاب (یعنی قرآن مجید)۔

سورہ یونس وما تكون فى شان وما تتلو منه من قران ولا تعملون من عمل الا كنا عليكم شهودا اذ تفيضون فيه وما يعزب عن ربك من مثقال ذرة فى الارض ولا فى السماء ولا اصغر من ذلك ولا اكبر الا فى كتاب مبين O

اور آپ جس حال میں بھی ہوں اور آپ اس کی طرف سے جس قدر بھی قران پڑھ کر سناتے

ہیں اور تم جو عمل بھی کرتے ہو مگر ہم تم سب پر گواہ ونگہبان ہوتے ہیں جب تم اس میں مشغول ہوتے ہو، اور آپ کے رب سے ایک ذرہ برابر بھی نہ زمین میں پوشیدہ ہے اور نہ آسمان میں اور نہ اس سے کوئی چھوٹی چیز ہے اور نہ بڑی مگر واضح کتاب میں ہے

سورہ یوسف الر تلك ايات الكتاب المبين

الف، لام، را، یہ واضع کتاب کی آیتیں ہیں

سورہ الشعرا تلك ايات الكتاب المبين

یہ واضح کرنے والی کتاب کی آیتیں ہیں

سورہ النمل طس تلك ايات القران و كتاب مبين

طا، سین، یہ قران اور واضع کتاب کی آیتیں ہیں

اب ملاحظہ فرمایئے کہ لفظ امام کہاں کہاں استعمال ہُوا ہے اور کن معنوں میں

سورۃ البقرہ واذ ابتلى ابراهيم ربه بكلمات فاتمهن قال انى جاعلك للناس اماما قال ومن ذريتى قال لا ينال عهدى الظالمين

اور جب ابراہیم کو ان کے رب نے کئی باتوں میں آزمایا تو انہوں نے وہ پوری کر دیں، اللہ نے فرمایا: میں تمہیں لوگوں کا پیشوا بناوں گا، انہوں نے عرض کیا: میری اولاد میں سے بھی؟ ارشاد ہوا: میرا وعدہ ظالموں کو نہیں پہنچتا

سورہ بنی اسرائیل يَوْمَ نَدْعُو كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ ۖ فَمَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَأُولَٰئِكَ يَقْرَءُونَ كِتَابَهُمْ وَلَا يُظْلَمُونَ

وہ دن (یاد کریں) جب ہم لوگوں کے ہر طبقہ کو ان کے پیشوا کے ساتھ بلائیں گے، سو جسے اس کا نوشتۂ اَعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا پس یہ لوگ اپنا نامۂ اعمال (مسرت

وشادمانی سے) پڑھیں گے اوران پر دھاگے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا

سورہ الفرقان والذین یقولون ربنا ھب لنا من ازواجنا وذریاتنا قرۃ اعین واجعلنا للمتقین اماما

اور وہ لوگ ہیں جو عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما، اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا دے

سورہ السجدہ وجعلنا منھم ائمۃ یھدون بامرنا لما صبروا وکانوا بایاتنا یوقنون

اور ہم نے ان میں سے جب وہ صبر کرتے رہے کچھ امام و پیشوا بنا دیئے جو ہمارے حکم سے ہدایت کرتے رہے اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے o

یہ تو تھے قران کریم کے حوالے، اب آیئے دیکھتے ہیں کہ احادیث اہلبیت رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے امام مبین سے مُراد کون ہیں۔

امام باقر علیہ السلام (امام مبین) کی تفسیر کے بارے میں اپنے آبا و اجداد سے نقل کرتے ہیں:

لمّا نزلت ھذہ الآیۃ علیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قام ابوبکر و عمر من مجلسھما فقالا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ھو التوراۃ؟ قال: لا، قالا: فھو الانجیل؟ قال: لا، قالا: فھو القرآن؟ قال: لا،

جب یہ آیت نازل ہوئی تو جناب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور جناب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا امام مبین سے مراد توریت ہے؟ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہ، اُنھوں نے عرض کیا: کیا اس سے

مراد انجیل ہے؟ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔ اُنھوں نے عرض کیا: پس بنا بر این اس سے مراد قرآن ہے؟ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔

قال: فأقبل أمير المومنين عليه السلام فقال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: هو هذا إنّه الإمام الّذى أحصى الله تبارك و تعالى فيه علم كلّ شىء"۔

امام باقر علیہ السلام نے فرمایا: اس دوران جناب علی ابن ابی طالب داخل ہوئے تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ یہ وہ امام مبین ہیں کہ خداوند نے تمام علوم اُن میں جمع کیے ہیں۔

ایک حدیث میں حضرت عمار یاسر رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں: "كنت عند أمير المؤمنين على بن أبي طالب عليه السلام فى بعض غزواته فمررنا بواد مملوء نملا۔

کہ میں کسی ایک جنگ میں امیر المومنین علیہ السلام کے ہمراہ تھا کہ چیونٹوں سے بھرے ہوئے ایک بیابان سے گزرے۔

فقلت يا أمير المومنين عليه السلام ترى يكون أحد من خلق الله تعالىٰ يعلم عدد هذا النمل؟

میں نے امیر المومنین علیہ السلام سے پوچھا: کیا آپ مخلوقات میں سے کسی کو پہچانتے ہیں جو اِن چیونٹیوں کی تعداد کو جانتا ہو؟

"قال : نعم يا عمار أنا أعرف رجلاً يعلم عدده و كم فيه من ذكر و كم فيه أُنثىٰ۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: ہاں اے عمار! میں ایسے شخص کو جانتا ہوں جو اِن چیونٹیوں

کی تعداد اور اُن میں سے نر اور مادہ کی تعداد کو بھی جانتا ہے۔

فقلت: من ذالك الرجل یا مولای؟
میں نے عرض کیا: اے میرے آقا! وہ شخص کون ہے؟

فقال : یا عمار! ما قرأت فی سورۃ یس(وَكُلَّ شَیْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُبِينٍ)۔
حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اے عمار! کیا تم نے سورہ یس میں نہیں پڑھا کہ (اور ہر چیز کو ہم نے امام مبین میں جمع کر دیا ہے)۔ فقلت : بلی أمیر المومنین۔ فقال: أنا ذلك الإمام المُبین۔
میں نے عرض کیا: ہاں پڑھا ہے، آپ علیہ السلام نے فرمایا: **میں ہی وہ امام مبین ہوں۔**

کتاب کا سارا علم علی المرتضیٰ کے پاس

(الرعد 13-43)

وَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ ۙ وَ مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ

ترجمہ: اور کافر لوگ کہتے ہیں کہ آپ پیغمبر نہیں ہیں، فرما دیجئے: (میری رسالت پر) میرے اور تمہارے درمیان اللہ بطورِ گواہ کافی ہے اور وہ شخص بھی جس کے پاس (صحیح طور پر آسمانی) کتاب کا علم ہے،

اس آیت کا مصداق مولائے کائنات امام الاولیاء علی المرتضیٰ ہیں۔

أخبرنا أحمد بن محمد بن طاوان إذناً أن أبا أحمد عمر بن عبد الله بن شوذب أخبرهم قال: حدثنا محمد بن جعفر بن محمد العسکری، حدثنا محمد بن عثمان، حدثنا إبراهیم بن محمد بن میمون، حدثنا علی

بن عابس قال: دخلت أنا وأبو مريم على عبد الله بن عطاء قال أبو مريم: حدث علياً بالحديث الذى حدثنى عن أبى جعفر، قال: كنت عند أبى جعفر جالساً إذ مر عليه ابن عبد الله بن سلام قلت: جعلنى الله فداك هذا ابن الذى عنده علم من الكتاب، قال: لا، ولكنه صاحبكم على بن أبى طالب الذى نزلت فيه آيات من كتاب الله عز وجل {الذى عنده علمٌ من الكتاب}، {أفمن كان على بينةٍ من ربه ويتلوه شاهدٌ منه}، {إنما وليكم الله ورسوله}، الآية.

عبداللہ بن عطاء! میں امام باقر (ع) کی خدمت میں حاضر تھا کہ ادھر سے عبداللہ بن سلام کے فرزند کا گذر ہو گیا، میں نے عرض کی کہ میری جان آپ پر قربان، کیا یہ مصداق "الذی عند ہ علم الکتاب" کا فرزند ہے؟ فرمایا ہرگز نہیں، اس سے مراد علی (ع) بن ابی طالب (ع) ہیں جن کے بارے مین بہت سی آیات نازل ہوئی ہیں۔

للحافظ أبى الحسن على بن محمد الواسطيالمعروف بابن المغازليمناقب ابن المغازلى 314

سیدنا موسیٰ علیہ السلام نبی، رسول اور مرسل ہونے کے باوجود علم لدنی سیکھنے کے لیے حضرت خضر علیہ السلام کے پاس گئے ۔اسی علم کے سبب حضرت سلیمان علیہ السلام کے درباری حضرت آصف بن برخیا پلک جھپکنے سے پہلے سینکڑوں میل دور سے تختِ بلقیس لے آئے اور ان کے اس عظیم الشان تصرف کی وجہ حق تعالیٰ نے یہ بتائی و عند ہ من علم الکتاب ان کے پاس علم کتاب میں سے کچھ تھا۔جس کے پاس علم کتاب میں سے کچھ تھا اس کے تصرف کا یہ عالم تو اس ہستی مقدسہ علی المرتضیٰ کی عالی شان، رفعتوں اور تصرفات کا کسے اندازہ جنہیں حق تعالیٰ نے سارے کا سارا علم کتاب عطا فرما دیا۔

اَفَمَنۡ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنۡ رَّبِّهٖ وَ يَتۡلُوۡهُ شَاهِدٌ مِّنۡهُ وَ مِنۡ قَبۡلِهٖ كِتٰبُ مُوۡسٰٓى اِمَامًا وَّ رَحۡمَةً ‌ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤۡمِنُوۡنَ بِهٖ‌ ؕ وَ مَنۡ يَّكۡفُرۡ بِهٖ مِنَ الۡاَحۡزَابِ فَالنَّارُ مَوۡعِدُهٗ‌ ۚ فَلَا تَكُ فِىۡ مِرۡيَةٍ مِّنۡهُ‌ ۚ اِنَّهُ الۡحَـقُّ مِنۡ رَّبِّكَ وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ

ترجمہ: وہ شخص جواپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہے اور اللہ کی جانب سے ایک گواہ بھی اس شخص کی تائید وتقویت کے لئے آ گیا ہے اور اس سے قبل موسیٰؑ (علیہ السلام) کی کتاب (تورات) بھی جو رہنما اور رحمت تھی (آ چکی ہو) یہی لوگ اس (قرآن) پر ایمان لاتے ہیں، کیا (یہ) اور (کافر) فرقوں میں سے وہ شخص جو اس (قرآن) کا منکر ہے (برابر ہو سکتے ہیں) جبکہ آتشِ دوزخ اس کا ٹھکانا ہے، سو (اے سننے والے!) تجھے چاہئے کہ تو اس سے متعلق ذرا بھی شک میں نہ رہے، بیشک یہ (قرآن) تیرے رب کی طرف سے حق ہے لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے ○

سیوطی درمنثور میں کہتے ہیں کہ اس سے مراد حضرت علی علیہ السلام ہیں اور مزید کہتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ائفمن كان علىٰ بينةٍ من ربهِ و يتلوه شاهدٌ منه۔

وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے واضح دلیل پر قائم ہے وہ میں ہوں اور اس کے پیچھے پیچھے ایک گواہ بھی ہے جو اسی سے ہے اور وہ حضرت علی علیہ السلام ہیں۔

مرجع یا تو مَن ہے یا معنی کے اعتبار سے بینہ ہے اور مِن قبلہ کتاب موسیٰ نیا جملہ ہے۔

ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے مجاہد سے اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ سے مراد محمد ﷺ اور شاہد سے مراد وہ فرشتہ لیا ہے جو آپ ﷺ کی حفاظت کرتا تھا(1)۔ بعض علماء فرماتے ہیں شاہد سے مراد حضرت علیؓ ہیں۔ امام بغوی فرماتے ہیں حضرت علیؓ نے فرمایا مَا مِنْ رَجُلٍ مِّنْ قُرَيْشٍ اِلَّا وَقَدْ نَزَلَتْ فِيْهِ اٰيَةٌ مِّنَ الْقُرْاٰنِ۔ قریش کے ہر مرد کے متعلق قرآن کی ایک آیت نازل ہوئی ہے۔ ایک شخص نے پوچھا جناب کے حق میں کون سی آیت نازل ہوئی؟ فرمایا وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ(2)۔

اگر یہ کہا جائے کہ یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شاہد کیوں کہا گیا؟ میں کہوں گا شاید یہ وجہ ہو کہ آپ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا تھا اور سب سے پہلے نبی کریم ﷺ کی نبوت کی صداقت کی گواہی دی تھی اور میرے نزدیک بہتر وجہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کمالات ولایت کے قطب تھے اور تمام اولیاء کرام حتیٰ کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم مقام ولایت میں آپ کے متبعین ہیں اور خلفائے ثلاثہ کی افضلیت ایک دوسری وجہ سے ہے جیسا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات کے آخر میں ایک مکتوب میں یہ ثابت فرمایا ہے۔ پس آیت کریمہ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ کا معنی یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے رب کی طرف سے ایک قطعی دلیل اور واضح حجت پر ہیں جو آپ کو اس بات کا علم قطعی دیتی ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور وہ قطعی دلیل اور واضح حجت آپ ﷺ کے معجزات ہیں اور ان میں سے افضل ترین معجزہ قرآن ہے اور وہ علوم ہیں جن کا اعتماد وحی پر ہے۔ ویتلوہ اور آپ کے پیچھے اللہ کی طرف سے آپ کی صداقت کا شاہد آتا ہے اور وہ شاہد حضرت علیؓ اور آپ کی مثل اولیاء کاملین ہیں کیونکہ کرامات اولیاء حقیقت میں نبی کریم ﷺ کے معجزات ہیں اور اولیاء کاملین کے علوم جو کشف و الہامات سے انہیں حاصل ہوتے ہیں وہ علوم نبوت کا عکس ہیں۔ تو گویا یہ سب کرامات و علوم نبی کریم ﷺ کی صداقت پر گواہ ہیں۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے اَنَا دَارُ الْحِكْمَةِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے(3)۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے سند صحیح کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ وَاَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا فَمَنْ اَرَادَ الْعِلْمَ فَلْيَاْتِ الْبَابَ(4)۔ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے، جو علم و معرفت حاصل کرنا چاہتا ہے وہ دروازے پر آئے۔ اس حدیث کو ابن عدی نے الکامل میں اور العقیلی نے الضعفاء میں، الطبرانی اور الحاکم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابن عدی نے اور الحاکم نے حضرت جابر سے روایت کیا ہے۔ حضور ﷺ کے ان ارشادات میں جن علوم کا ذکر ہے وہ اولیاء کرام کے علوم ہیں کیونکہ فقہاء کے علوم کا حصول حضرت علیؓ پر منحصر نہیں ہے۔ بلکہ علوم فقہ کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اَصْحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ بِاَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمُ اهْتَدَيْتُمْ(5)۔ میرے تمام صحابہ ستاروں کی مانند ہیں جس کی اقتداء کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔ بعض علماء فرماتے ہیں شاهد منه سے مراد انجیل ہے اور قبلہ کتاب موسیٰ سے مراد تورات ہے جو انجیل کی شاہد ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں بینۃ سے مراد دلیل عقلی ہے اور شاہد سے مراد قرآن ہے۔ الحسین بن الفضل فرماتے ہیں شاہد قرآن اس کا نظم اور اس کا اعجاز ہے(6)۔ معنی یہ ہوگا کیا جو برہان عقلی پر قائم ہے اور اس برہان عقلی کے پیچھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے شاہد یعنی قرآن بھی آیا ہے جو اس برہان کی صحت کی گواہی دیتا ہے اور قرآن سے کتاب موسیٰ یعنی تورات بھی اس برہان عقلی کی گواہی دیتی ہے اور

1۔ الدر المنثور، جلد 3، صفحہ 587 (العلمیہ)
2۔ تفسیر بغوی، جلد 3، صفحہ 198 (الفکر)
3۔ مشکوۃ المصابیح، جلد 1، صفحہ 564 (قدیمی)
4۔ مستدرک حاکم، جلد 3، صفحہ 127 (العلمیہ)
5۔ مشکوۃ المصابیح، جلد 1، صفحہ 554 (قدیمی)
6۔ تفسیر بغوی، جلد 3، صفحہ 198 (الفکر)

سورۃ الرعد (13)، الآیۃ :4

وَفِي الْأَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجَاوِرَاتٌ وَجَنَّاتٌ مِّنْ أَعْنَابٍ وَزَرْعٌ وَنَخِيلٌ صِنْوَانٌ وَغَيْرُ صِنْوَانٍ يُسْقَى بِمَاءٍ وَاحِدٍ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلَى بَعْضٍ فِي الْأُكُلِ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ

ترجمہ: اور زمین میں (مختلف قسم کے) قطعات ہیں جو ایک دوسرے کے قریب ہیں اور انگوروں کے باغات ہیں اور کھیتیاں ہیں اور کھجور کے درخت ہیں، جڑے ہوئے اور علیحدہ علیحدہ، ان (سب) کو ایک ہی پانی سے سیراب کیا جاتا ہے، اور (اس کے باوجود) ہم ذائقہ میں بعض کو بعض پر فضیلت بخشتے ہیں، بیشک اس میں عقل مندوں کے لئے (بڑی) نشانیاں ہیں۔

عن جابر بن عبد الله رضی اللہ عنہ ، قال : سمعت رسول الله (صلى الله عليه و آله وسلم) يقول لعلي (عليه السّلام) : " يا علي الناس من شجر شتى ، و أنا و أنت من شجرة واحدة " ثم قرأ رسول الله (صلى الله عليه و آله) ﴿...وَجَنَّاتٌ مِّنْ أَعْنَابٍ وَزَرْعٌ وَنَخِيلٌ صِنْوَانٌ وَغَيْرُ صِنْوَانٍ يُسْقَى بِمَاءٍ وَاحِدٍ...﴾

قال الحاكم : هذا حديث صحيح الأسناد.

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری ؓ سے روایت ہے کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یہ فرماتے سنا کہ اے علی! لوگ مختلف درختوں (شجر) سے ہیں اور میں اور تم ایک ہی درخت (شجرۃ واحدۃ) سے ہیں۔ پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی۔.. وَجَنَّاتٌ مِّنْ أَعْنَابٍ وَزَرْعٌ وَنَخِيلٌ صِنْوَانٌ وَغَيْرُ صِنْوَانٍ يُسْقَى بِمَاءٍ وَاحِدٍ ... ﴾۔

المستدرک علی الصحیحین ، ج۔2 ص 241۔حدیث نمبر 2903۔تفسیر درمنثور تفسیر سورۃ رعد آیت 4۔

وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فَإِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ إِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تَعْمَلُونَ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ

ترجمہ: اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو خبردار کیجیے اور مومنین میں سے جو آپ کی پیروی کریں اُن کیلئے اپنے کندھے کو جھکا دیجیے۔ پس جو آپ کی نافرمانی کرے پس (اُن سے) آپ کہہ دیجیے کہ میں اُس سے بیزار ہوں جو کچھ تم کرتے ہو اور عزیز والرحیم پر بھروسا رکھتا ہوں

وحدثنا أحمد بن منصور، قال، حدثنا الأسود بن عامر، قال، حدثنا شريك، عن الأعمش، عن المنهال بن عمرو عن عباد بن عبد الله الأسدى عن عليٍّ قال لما نزلت هذه الآيةُ وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ قال جمع رسولُ اللهِ صلّى اللهُ عليهِ وسلَّمَ أهلَ بيتِه فاجتمعوا ثلاثين رجلًا فأكلوا وشربوا وقال لهم مَنْ يضمنُ عنى ذمَّتى ومواعيدى وهو معى فى الجنةِ ويكونُ خليفتى فى أهلى قال فعرض ذاك عليهم فقال رجلٌ أنت يا رسولَ اللهِ كنتَ بحرًا منْ يُطيقُ هذا حتى عرض على واحدٍ واحدٍ فقال عليٌّ أنا

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ نازل ہوئی تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے گھر والوں کو جمع ہونے کو کہا۔ پس 30 کے قریب اشخاص اکٹھے ہوئے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں کھلایا اور پلایا اور پھر اُن سے فرمایا کہ تم میں سے کون اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ وہ میری ذمہ داری کو پورا کرے گا اور میرا عہد نبھائے گا اور (جو ایسا کرے گا) وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا اور میرے اہل میں سے میرا خلیفہ (جانشین) قرار پائے گا۔ پس اُن میں سے ایک دانا اور

زیرک آدمی بولا کہ کہ اۓ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی شخصیت تو ایک سمندر ہے۔تو کون ایسا ہے جو اس (عظیم ذمہ داری) کی طاقت رکھتا ہو اور اسے برداشت کر سکے۔؟؟ پس حضرت علیؑ نے فرمایا یا رسول اللہ میں (اس ذمہ داری کا بوجھ اُٹھاتا ہوں)

الراوي: علي بن ابي طالب المحدث: ابن جرير الطبر ي
المصدر: مسند علي الصفحة أو الرقم: 60 خلاصة حكم المحدث: إسنادہ صحیح
تاریخ امم والملوک المشہو ر تاریخ طبری؛ جلد 2 ص 62،63
تاریخ ابوالفداء، ص ۳۳ تا ص ۳۶ طبع لاہور
تفسیر طبری تفسیر سورۃ الشعرا 26 آیت 214
تفسیر در منثور تفسیر سورۃ الشعرا 26 آیت 214

9-19 التوبۃ

اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَ عِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ جٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ

کیا تم نے (محض) حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجدِ حرام کی آبادی و مرمت کا بندوبست کرنے (کے عمل) کو اس شخص کے (اعمال) کے برابر قرار دے رکھا ہے جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان لے آیا اور اس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا، یہ لوگ اللہ کے حضور برابر نہیں ہو سکتے، اور اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں فرماتا،

مروی ہے کہ طلحہ بن شیبہ، عباس بن عبد المطلب، علی بن ابی طالب بیٹھے بیٹھے اپنی اپنی بزرگیاں بیان کرنے لگے، طلحہ نے کہا میں بیت اللہ کا کنجی بردار ہوں میں اگر چاہوں وہاں رات گزار سکتا ہوں۔ عباس نے کہا میں زمزم کا پانی پلانے والا ہوں اور اس کا نگہبان ہوں اگر چاہوں تو مسجد میں ساری رات رہ سکتا ہوں۔ علی نے کہا میں نہیں جانتا کہ تم دونوں

صاحب کیا کہہ رہے ہو؟ میں نے لوگوں سے چھ ماہ پہلے قبلہ کی طرف نماز پڑھی ہے میں مجاہد ہوں اوراس پر یہ آیت پوری اتری۔(تفسیر ابن کثیر)

(السجدۃ 32-18)

اَفَمَنۡ کَانَ مُؤۡمِنًا کَمَنۡ کَانَ فَاسِقًا لَا یَسۡتَوٗنَ

ترجمہ: بھلا وہ شخص جو صاحبِ ایمان ہو اس کی مثل ہوسکتا ہے جو نافرمان ہو، (نہیں) یہ (دونوں) برابر نہیں ہوسکتے۔

یہ آیت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ اور عقبہ بن ابی معیط کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ پھر ان دونوں قسموں کا تفصیلی بیان فرمایا کہ جس نے اپنے دل سے کلام اللہ کی تصدیق کی اور اس کے مطابق عمل بھی کیا تو انہیں وہ جنتیں ملیں گی جن میں مکانات ہیں بلند بالا خانے ہیں اور رہائش آرام کے تمام سامان ہیں۔ یہ ان کی نیک اعمالی کے بدلے میں مہمانداری ہوگی۔ اور جن لوگوں نے اطاعت چھوڑی ان کی جگہ جہنم میں ہوگی جس میں سے وہ نکل نہ سکیں گے۔ (تفسیر ابن کثیر، تفسیر طبری)

آل عمران 3-110

کُنۡتُمۡ خَیۡرَ اُمَّۃٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ تَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ تَنۡہَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡکَرِ وَ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ

ترجمہ: تم بہترین اُمّت ہو جو سب لوگوں (کی رہنمائی) کے لئے ظاہر کی گئی ہے، تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

امام قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وکان قطب ارشاد کمالات الولایۃ علی علیه السلام ما بلغ أحد من الأمم السابقة درجة الأولياء الا بتوسط روحه رضی الله عنه

سیدنا علی علیہ السلام قطب الارشاد اور شاہ ولایت تھے۔ (یہاں تک کہ) گذشتہ امتوں میں سے (بھی) کوئی بھی آپ کی روح کے واسطے (یعنی روحانی وساطت) کے بغیر درجہ ولایت کو نہیں پہنچ سکا۔

تفسیر سورۃ آل عمران آیت 110

ہو۔
میں کہتا ہوں کہ گذشتہ اقوام سے زیادہ اس امت کے مبلغین و مرشدین کی ہدایت میں اثر ہے کہ لوگوں کو کھینچ کر اللہ کی طرف لے جاتے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، قطب الارشاد اور شاہ ولایت تھے گذشتہ امتوں میں سے کوئی بھی آپ کی روحانی وساطت کے بغیر درجہ ولایت تک نہیں پہنچ سکا پھر آپ کی اولاد میں سے آئمہ کرام اس منصب پر فائز ہوئے جس کا سلسلہ امام حسن عسکری اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی تک مسلسل پہنچا، اسی لئے حضرت شیخ جیلانی نے فرمایا ووقتی قبل قلبی قد صفالی۔ آپ اس منصب پر قیامت تک فائز رہیں گے اسی لئے آپؒ نے فرمایا تھا۔ افلت شموس الاولین و

تفسیر مظہری اردو جلد ۲ — ۲۲۷ — لن تنالوا (آل عمران ۳)

شمسنا: ابدا علی ا فق العلی لاتغرب۔ پہلے لوگوں کے سورج چھپ گئے اور ہمارا سورج ہمیشہ بلندی پر رہے گا کبھی غروب نہ ہوگا۔ بعض لوگوں کے نزدیک للناس کا تعلق اخرجت سے ہے یعنی لوگوں کے لئے تم کو پیدا کیا گیا ہے۔

خدا نے محبتِ علی علیہ السلام مومنوں کے دلوں میں ڈال دی

سورۂ مریم: آیت 96

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجۡعَلُ لَہُمُ الرَّحۡمٰنُ وُدًّا ﴿۹۶﴾

ترجمہ: بیشک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے تو (خدائے) رحمان ان کے لئے (لوگوں کے) دلوں میں محبت پیدا فرما دے گا

اس سلسلہ میں روایات ملاحظہ ہوں:

عَنِ ابۡنِ عباس فِي قَولِهِ تعالیٰ "اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجۡعَلُ لَہُمُ الرَّحۡمٰنُ وُدًّا" قَالَ: اَلۡمُحَبَّةُ فِي صُدُوۡرِ الۡمُؤۡمِنِينَ نَزَلَتۡ فِي عَلِيِّ ابۡنِ اَبِي طَالِب عَلَيۡهِ السَّلَام۔

"ابن عباس سے روایت ہے کہ آپ نے اس آیت اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا، کے بارے میں فرمایا کہ خدا محبت کو مومنوں کے دلوں میں جگا دیتا ہے اور یہ آیت حضرت علی علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے (اور یہ اس بات کو بیان کرتی ہے کہ خدا نے محبتِ علی علیہ السلام مومنوں کے دلوں میں ڈال دی ہے)۔

امام ابن مردویہ اور دیلمی رحمہما اللہ نے حضرت البراء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم کہو اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّيْ عِنْدَكَ عَهْدًا وَّاجْعَلْ لِّيْ عِنْدَكَ وُدًّا وَّاجْعَلْ لِّيْ فِيْ صُدُوْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ مَوَدَّةً۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا۔ فرماتے ہیں: یہ آیت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی۔

طبرانی اور ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: یہ آیت اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی یعنی مومنین کے دلوں میں ان کی محبت ڈال دی۔(5)

امام حکیم ترمذی اور ابن مردویہ رحمہما اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا کے متعلق پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے علی! یہ مومنین اور ملائکہ مقربین کے دلوں میں محبت پیدا کرنا ہے اللہ تعالیٰ مومنین کو تین چیزیں عطا فرماتا ہے المنة والمحبة والحلاوة اور صالحین

1۔شعب الایمان، جلد 1، صفحہ 401 (537)، دار الکتب العلمیہ بیروت
2۔مستدرک حاکم، جلد 2، صفحہ 267 (2964)، دار الکتب العلمیہ بیروت
3۔تفسیر طبری، زیر آیت ہذا، جلد 16، صفحہ 153
4۔مجمع الزوائد، جلد 7، صفحہ 151 (11162)، دار الفکر بیروت

1۔سیوطی، تفسیر الدر المنثور میں، جلد 4، صفحہ 287 اور اشاعتِ دوم، صفحہ 315۔

2۔ہیثمی، کتاب مجمع الزوائد، باب اوّل من یحبُ علیاً او یبغضہ جلد 9، صفحہ 125۔

3۔حافظ حسکانی، کتاب شواہد التنزیل، حدیث 502، جلد 1، صفحہ 365۔

4۔حموینی، کتاب فرائد السمطین، چودھواں باب، جلد 1، صفحہ 79۔

5۔زمخشری تفسیر کشاف میں، جلد 3، صفحہ 47۔

6۔ابن مغازلی، کتاب مناقبِ امیر المومنین، حدیث 374، صفحہ 327، اشاعتِ اوّل۔

7۔گنجی شافعی، کتاب کفایۃ الطالب، باب 62، صفحہ 249۔

8۔شیخ سلیمان قندوزی حنفی، کتاب ینابیع المودۃ، صفحہ 250 اور 363۔

9۔طبرانی، کتاب معجم الکبیر، جلد 3، صفحہ 172 (ترجمہ عبداللہ بن عباس)۔

(41-43 الزُّخرُف)

فَاِ مَّا نَذ ھَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنۡهُمۡ مُّنۡتَقِمُوۡنَ

پس اگر ہم آپ کو (دنیا سے) لے جائیں تو تب بھی ہم اِن سے بدلہ لینے والے ہیں

تفسیر در منثور جلد ... | 1076 | الزخرف

امام ابن جریر، عبد بن حمید، ابن منذر رحمہم اللہ نے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ عذاب سخت تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو وہ چیز دکھا دی جو آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی امت میں وقوع پذیر ہونے والی تھی۔ (1)

امام ابن مردویہ رحمہ اللہ حضرت محمد بن مروان رحمہ اللہ کے واسطے سے حضرت کلبی رحمہ اللہ سے وہ حضرت ابو صالح رحمہ اللہ سے وہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے وہ نبی کریم ﷺ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علی بن ابی طالب کے بارے میں نازل ہوئی کہ آپ وعدہ توڑنے والوں اور ظالموں سے میرے بعد انتقام لیں گے۔

1۔ سیوطی، تفسیر الدر المنثور میں، جلد 6، صفحہ 20، آیتِ مذکور کے ضمن میں۔

2۔ ابن مغازلی شافعی، حدیث 366 کتاب "مناقبِ امیر المؤمنین"، ص 275 اور 320

ولایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور محبت اہل بیتؓ کے متعلق سوال ہوگا!

سورہ الصّٰفّٰت 24

و قفوھم انھم مسؤلون

اور انھیں ٹھہراؤ ان سے پوچھنا ہے

قرآن پاک کی سورۃ الصّٰفّٰت کی آیت نمبر 24 ہے۔" و قفوھم انھم مسؤلون"

ترجمہ: اور انھیں ٹھہراؤ ان سے پوچھنا ہے۔

امام واحدی تفسیر اور ابوبکر ابن مردویہ اور دیلمی نے فردوس الاخبار میں تحریر کیا ہے کہ: "ابنِ عباس اور ابوسعید نے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد میں لوگوں سے فرمایا

کہ روزِ قیامت وہ ولایت حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم اور محبت اہل بیتؑ کے متعلق سوال کرے گا‘‘۔

’’حضرت ابو برزۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آدمی کے دونوں قدم اس وقت تک اگلے جہان میں نہیں پڑتے جب تک کہ اس سے چار چیزوں کے بارے سوال نہ کرلیا جائے، اس کے جسم کے بارے میں کہ اس نے اسے کس طرح کے اعمال میں بوسیدہ کیا؟ اور اس کی عمر کے بارے میں کہ کس حال میں اسے ختم کیا؟ اور اس کے مال کے بارے میں کہ اس نے یہ کہاں سے کمایا اور کہاں کہاں خرچ کیا؟ اور اہل بیت کی محبت کے بارے میں؟ عرض کیا گیا: **یارسول اللہ! آپ کی (یعنی اہل بیت کی) محبت کی کیا علامت ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست اقدس حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شانے پر مارا (کہ یہ محبت کی علامت ہے)** اس حدیث کو امام طبرانی نے ’’المعجم الاوسط‘‘ میں روایت کیا ہے۔‘‘

أخرجۃ الطبرانی في المعجم الأوسط، 2 / 348، الحدیث رقم: 2191، والھیثمي في مجمع الزوائد، 10 / 346

عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ نُجَيِّ الْحَضْرَمِيِّ عَنْ أَبِيْهِ فِيْ رِوَايَةٍ طَوِيْلَةٍ وَ فِيْهَا عَنْهُ قَالَ : قَالَ لِيْ عَلِيٌّ : كَانَتْ لِيْ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم مَنْزِلَةٌ لَمْ تَكُنْ لِأَحَدٍ مِنَ الْخَلَائِقِ، ..... رَوَاهُ أَحْمَدُ.

’’حضرت عبداللہ بن نجی الحضرمی رضی اللہ عنہ اپنے والد سے ایک طویل روایت میں بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں میرا ایک خاص مقام و مرتبہ تھا جو مخلوقات میں سے کسی اور کا نہیں تھا۔ الحدیث رقم 16 : أخرجة مسلم فی الصحیح، کتاب فضائل الصحابہ، باب : من فضائل علی بن أبی

طالب رضی الله عنه، 4 / 1871، الحدیث رقم : 2404، والترمذی فی الجامع الصحیح، کتاب تفسیر القرآن عن رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم ، باب : و من سورة آل عمران، 5/225

نور واحد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا

میں اور علی نورِ واحد سے ہیں یعنی میں اور علی ایک نور سے ہیں۔

آدم کی خلقیت سے 40 ہزار سال پہلے جب کچھ نہیں خلق ہوا تھا تب خدا نے اپنے نور سے ایک نور خلق کیا اس نور سے مجھے اور علی کو بنایا۔ علی مجھ سے ہے میں علی سے ہوں، اور جب آدم خلق ہوئے تو خدا نے ہم دونوں کے نور کو پشتِ آدم میں قرار دیا۔

حوالہ 1: کتاب فضائلِ صحابہ، مصنف: احمد بن حنبل (استادِ صحیح بخاری، مسلم شریف، ترمزی) صفہ: 253، راوی: سلمان فارسی. حوالہ 2: کتاب مسند الفردوس، جلد: 3، عنوان: حدیثِ نور، صفہ: 283، راوی: حضرت عبداللہ ابن عباس۔ حوالہ 3: کتاب فرائد السمطین، جلد: اول، صفہ: 57۔ حوالہ 4: کتاب الریاض النضرہ، جلد: 4، صفہ: 120۔

حضرت آدم علیہ السلام کی پشت میں نور محمدی رکھا گیا وہ چلتے چلتے حضرت عبد المطلب علیہ السلام کی پشت میں آیا۔ پھر اللہ پاک نے اس نور کے دو حصے کیئے۔ ایک حصہ حضرت عبداللہ علیہ السلام کی پشت میں رکھا دوسرے کو حضرت ابوطالب علیہ السلام کی پشت میں رکھا۔ حضرت عبداللہ علیہ السلام سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلیہ وسلم کی ولادت ہوئی اور جناب ابوطالب علیہ السلام کی پشت میں جو نور تھا اس سے۔ مولا علی علیہ السلام کی ولادت ہوئی

حدثنا الحسن قثنا أحمد بن المقدام العجلی قثنا الفضیل بن عیاض

قثنا ثور بن يزيد عن خالد بن معدان عن زاذان عن سلمان قال سمعت حبيبی رسول الله صلی الله علیه وسلم يقول كنت انا وعلی نورا بين يدی الله عز وجل قبل ان يخلق آدم بأربعة عشر ألف عام فلما خلق الله آدم قسم ذلك النور جزءين فجزء أنا وجزء علی عليه السلام

Salman(رضي الله عنہ)narrates that he heard the beloved Prophet(صلی اللہ علیہ وسلم)said: I along with Ali were Nur in hands of Allah, 14000 years before he created Adam

Imam Ahmed bin Hanbal in Fadhail as Sahaba, Volume No۔ 2,Page No۔ 663,Hadith No 1130

More References on Ali from Noor:

Nazhat-ul-Majalis Volume 2page#230

Tazkira tul-Waizeen page#169

ریاض النضرہ فی مناقب عشرہ جلد دوم ص217

الرياض النضرة في مناقب العشرة المحب الطبري أبو جعفر أحمد بن عبد الله الطبري

ذکر اختصاص علی بأنه قسم النبی صلی الله عليه وسلم فی نور كان عليه قبل خلق الخلق

عن سلمان قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: كنت أنا وعلى نوراً بين يدی الله تعالى قبل أن يخلق آدم بأربعة عشر ألف عام فلما خلق الله آدم قسم ذلك النور جزأين فجزء أنا وجزء علی. خرجه أحمد فی المناقب.(رياض النضره فی مناقب عشره)

علی کا گوشت میرا گوشت ہے اور اس کا خون میرا خون ہے

عَنِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم لِأُمِّ سَلَمَةَ : هَذَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ لَحْمُهُ لَحْمِي، وَ دَمُهُ دَمِي، فَهُوَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسَى، إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي. رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ

.''حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: وہ فرماتے ہیں، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: یہ علی بن ابی طالب ہے اس کا گوشت میرا گوشت ہے اور اس کا خون میرا خون ہے اور یہ میرے لئے ایسے ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے حضرت ہارون علیہ السلام مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اس حدیث کو طبرانی نے ''المعجم الکبیر'' میں بیان کیا ہے۔''

الحدیث رقم 183: أخرجه الطبراني في المعجم الكبير، 12 / 18، الحديث رقم: 12341، والهيثمي في مجمع الزوائد، 9 / 111

Shaykh‘Abd al-Haq al-Dihlawi also accepts the absolute preference of the direct blood of the Prophet (PBUH) in his Takmil al-Iman۔

علی کی تخلیق میری مٹی سے ہوئی ہے

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ان لوگوں کا کیا ہوگا جو علی کی شان میں گستاخی کرتے ہیں! (جان لو) جو علی کی گستاخی کرتا ہے وہ میری گستاخی کرتا ہے اور جو علی سے جدا ہوا وہ مجھ سے جدا ہو گیا۔ بیشک علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں، اُس کی تخلیق میری مٹی سے ہوئی ہے اور میری تخلیق ابراہیم کی مٹی سے، اور میں ابراہیم سے افضل ہوں۔ ہم میں

سے بعض بعض کی اولاد ہیں، اللہ تعالیٰ یہ ساری باتیں سننے اور جاننے والا ہے۔...وہ میرے بعد تم سب کا ولی ہے۔

الطبرانی في المعجم الاوسط، 6 / 163، 162، الحدیث رقم: 6085، والهیثمي في مجمع الزوائد، 9/128.

میں اور علی ایک ہی نسب سے ہیں

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم يَقُوْلُ : النَّاسُ مِنْ شَجَرٍ شَتّٰى، وَ أَنَا وَ عَلِيٌّ مِنْ شَجَرَةٍ وَاحِدَةٍ. رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْمُعْجَمِ الْأَوْسَطِ.

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا لوگ جدا جدا نسب سے تعلق رکھتے ہیں جبکہ میں اور علی ایک ہی نسب سے ہیں۔ اس حدیث کو طبرانی نے ''المعجم الاوسط'' میں روایت کیا ہے۔''

الطبرانی في المعجم الاوسط، 4 / 263، الحدیث رقم: 1651، والهیثمي في مجمع الزوائد، 9 / 100، والدیلمي في الفردوس بمأثور الخطاب، 4 / 303، الحدیث رقم: 6888

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے: قیامت کے دن میرے حسب ونسب کے سواء ہر سلسلہ نسب منقطع ہو جائے گا۔

روی عن ابن عباس قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وآله يقول: الناس من شجر شتى وأنا وعلى من شجرة واحدة

Narrated from Ibn Abbas said: I heard the Messenger of Allah(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) to say: People are from various trees and I and Ali from One Tree

From these Hadiths it is established that Hazrat Ali (کرم اللہ وجہ) is Part of Prophet(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) and no one can consider him separate, so Imam Malik said:

قال مالك رضی الله عن هل افضل علی بضعة من النبی صلی الله علی وسلم احدا

Imam Malik(RA) said: I do not prefer anyone over a part of the Prophet(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

علی مجھ سے اور میں علی سے ہوں

عَنْ حُبْشِيِّ بْنِ جُنَادَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم عَلِيٌّ مِّنِّي وَأَنَا مِنْ عَلِيٍّ، وَلَا يُؤَدِّيْ عَنِّيْ إِلَّا أَنَا أَوْ عَلِيٌّ. رَوَاهُ التِّرْمَذِيُّ وَقَالَ. هَذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ.

''حضرت حبشی بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ علی رضی اللہ عنہ مجھ سے اور میں علی رضی اللہ عنہ سے ہوں اور میری طرف سے (عہد و نقض میں) میرے اور علی رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی دوسرا (ذمہ داری) ادا نہیں کرسکتا۔ اس کو امام ترمذي نے روایت کیا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔''

الترمذی فی الجامع الصحیح، ابواب المناقب، باب مناقب علی بن أبی طالب، 5/636، الحدیث رقم: 3719

اللہ نے خود حضرت علی سے سرگوشی کی

عَنْ جَابِرٍ، قَالَ : دَعَا رَسُوْلُ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم عَلِیًّا یَوْمَ الطَّائِفِ فَانْتَجَاهُ، فَقَالَ النَّاسُ : لَقَدْ طَالَ نَجْوَاهُ مَعَ ابْنِ عَمِّهِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم : مَا انْتَجَیْتُهُ وَلَکِنَّ اللهَ انْتَجَاهُ.

رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ.

وَ قَالَ هَذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ.

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوۂ طائف کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اوران سے سرگوشی کی، لوگ کہنے لگے آج آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا زاد بھائی کے ساتھ کافی دیر تک سرگوشی کی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے نہیں کی بلکہ اللہ نے خود ان سے سرگوشی کی ہے۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا یہ حدیث حسن ہے۔''

الترمذي في الجامع الصحیح، ابواب المناقب، باب مناقب علي بن ابي طالب، 5/639، الحدیث رقم: 3726

دورِ صحابہ میں منافق کی پہچان بغضِ علی

عَنْ أَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ، قَالَ إِنَّا کُنَّا لَنَعْرِفُ الْمُنَافِقِیْنَ نَحْنُ مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ بِبُغْضِهِمْ عَلِیَّ بْنَ أَبِیْ طَالِبٍ. رَوَاهُ التِّرْمِذِیُّ.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم انصار لوگ، منافقین کو ان کے

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بغض کی وجہ سے پہچانتے تھے۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔ أخرجه الترمذی فی الجامع الصحیح، ابواب المناقب، باب مناقب علی بن أبي طالب، 5/ 635، الحدیث رقم : 3717

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِاللهِ قَالَ : وَاللهِ مَا كُنَّا نَعْرِفُ مُنَافِقِيْنَا عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم إِلَّا بِبُغْضِهِمْ عَلِيًّا. رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي الْمُعْجَمِ الْأَوْسَطِ.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں اپنے اندر منافقین کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض کی وجہ سے ہی پہچانتے تھے۔ اس حدیث کو طبرانی نے ''المعجم الاوسط'' میں بیان کیا ہے۔

أخرجه الطبرانی فی المعجم الأوسط، 4/ 264، الحدیث رقم : 4151

الهیثمی فی مجمع الزوائد، 9/ 132

معلوم ہوا کہ منافق نماز روزے حج سب عبادت کرتے تھے مگر پہچانے نہیں جاتے تھے کہ یہ منافق ہیں۔ ان کی حقیقت تب کھلتی تھی جب ان کے سامنے صحابہ کرام حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ذکر کرتے۔

اس دور میں بھی اگر منافق کو پہچاننا ہو تو اس کے سامنے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ذکر کرو اگر اس کا منہ بن جائے اور وہ اس کو اس ذکر سے خوشی نہ ہو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شان میں احادیث کا انکار کرے تو سمجھ لیں منافق ہے اور اگر ذکر سن کر خوش ہو اور سبحان اللہ کہے سمجھ لو مومن ہے۔

(فاتحِ اَوّل) ولایت کا دروازہ سب سے پہلے کھولنے والے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں

من کنت مولاہ فعلی مولاہ.

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، التفہیمات الالٰہیہ، 1:103:

وفاتحِ اَوّل اَزین اُمت مرحومۃ حضرت علی مرتضیٰ است کرم اللہ تعالیٰ وجہہ

In this Ummah the first person to open the door of spiritual dominion is'Ali al-Murtadā(کرم اللہ تعالیٰ وجہہ)

’اس اُمتِ مرحومہ میں (فاتحِ اَوّل) ولایت کا دروازہ سب سے پہلے کھولنے والے فرد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔

و سِر حضرت آمیر کرم الله وجهه در اولاد را من ایشان رضی الله عنهم سرایت ککرد

The secret of spiritual dominion of the leader permeated his progeny.

حضرت امیر رضی اللہ عنہ کا رازِ ولایت آپ کی اولاد کرام رضی اللہ عنہم میں سرایت کر گیا۔

چنانکه کسی آز اولیاء امت نیست الا بخاندانِ مرتضی رضی الله عنه مرتبط است بوجهی آز وجوه

Therefore, not a single saint is found in the Ummah who is not directly or indirectly indebted to the spiritual leadership of'Ali(AS) to attain spiritual leadership

چنانچہ اولیائے اُمت میں سے ایک بھی ایسا نہیں ہے جو کسی نہ کسی طور پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خاندانِ اِمامت سے (اکتسابِ ولایت کے لئے) وابستہ نہ ہو

و آز اُمت آنحضرت صلی الله علیه وآله وسلم اوّل کسیکه فاتح باب جذب شده است، و دران جا قدم نهاده است حضرت امیر المؤمنین علی کرم الله وجهه، و لهذا سلاسل طرق بدان جانب راجع میشوند

The first person in the Prophet's Ummah who opened the ecstasy gate of spiritual sovereignty and who stepped (firstly) on to this elevated spot is 'Ali (کرم اللہ وجہہ). That is why different chains of spirituality turn to him.

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت میں پہلا فرد جو ولایت کے (سب سے اعلیٰ و اقویٰ طریق) بابِ جذب کا فاتح بنا اور جس نے اِس مقامِ بلند پر (پہلا) قدم رکھا وہ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی ہے، اِسی وجہ سے روحانیت و ولایت کے مختلف طریقوں کے سلاسل آپ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

Shāh Walī Allāh (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) writes

"Now in Ummah anyone who is blessed with spiritual leadership by Allāh's Messenger (S A W) is indebted either to 'Alī al-Murtadā (A S) or to the Chief Helper Jilani (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ). No one can reach the status of wilāyah without this(indebted-ness")

'اب اُمت میں جسے بھی بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فیضِ وِلایت نصیب ہوتا

ہے وہ یا تو نسبتِ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے نصیب ہوتا ہے یا نسبتِ غوث الاعظم جیلانی رضی اللہ عنہ سے، اس کے بغیر کوئی شخص مرتبۂ ولایت پر فائز نہیں ہوسکتا۔"

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، ہمعات:62

Shāh Ismā'īl Dihlawī has clarified this point:

Alī al-Murtadā (AS) has also an edge over Abū Bakr as-Siddīq (رضي الله عنه) and 'Umar Fārūq (رضي الله عنه) and this edge lies because of the greater number of his followers and all the highest spiritual and saintly activity, from his days to the end of the world, has to be mediated through him, and he has a say in the kingdom of the kings and the leadership of the leaders and this is not hidden from those who are familiar with the world of sovereignty...... Most spiritual chains are directly derived from 'Ali al-Murtadā(AS).So, on the Day of Judgement, Ali's army including followers of high status and great reputation will outnumber and outshine others to be a source of wonder for all the spectators".

"حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لئے شیخین رضی اللہ عنہما پر بھی ایک گونہ فضیلت ثابت ہے اور وہ فضیلت آپ کے فرمانبرداروں کا زیادہ ہونا اور مقاماتِ وِلایت بلکہ قطبیت اور غوثیت اور ابدالیت اور انہی جیسے باقی خدمات "آپ کے زمانہ سے لیکر دُنیا کے ختم ہونے تک" آپ ہی کی وساطت سے ہونا ہے اور بادشاہوں کی بادشاہت اور امیروں کی امارت میں آپ کو وہ دخل ہے جو عالمِ ملکوت کی سیر کرنے والوں پر مخفی نہیں۔۔۔۔اہلِ وِلایت کے

اکثر سلسلے بھی جنابِ مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہی کی طرف منسوب ہیں، پس قیامت کے دن بہت فرمانبرداروں کی وجہ سے جن میں اکثر بڑی بڑی شانوں والے اور عمدہ مرتبے والے ہونگے، حضرتِ مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا لشکر اِس رونق اور بزرگی سے دکھائی دے گا کہ اس مقام کا تماشہ دیکھنے والوں کے لئے یہ امر نہایت ہی تعجب کا باعث ہوگا۔''

شاہ اسماعیل دہلوی، صراطِ مستقیم:67

نورانی چہرے والوں کے قائد

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَكِيْمٍ، قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی الله علیه وآله وسلم : إِنَّ اللهَ تَعَالٰی أَوْحٰی إِلَيَّ فِيْ عَلِيٍّ ثَلَاثَةَ أَشْيَاءَ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِيْ : أَنَّهُ سَيِّدُ الْمُؤْمِنِيْنَ، وَ إِمَامُ الْمُتَّقِيْنَ، وَ قَائِدُ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِيْنَ. رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ.

''حضرت عبداللہ بن عکیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے شبِ معراج وحی کے ذریعے مجھے علی کی تین صفات کی خبر دی یہ کہ وہ تمام مومنین کے سردار ہیں، متقین کے امام ہیں اور (قیامت کے روز) نورانی چہرے والوں کے قائد ہوں گے۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے ''المعجم الصغیر'' میں بیان کیا ہے۔''

أخرجه الطبراني في المعجم الصغير، 2 / 88.

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو مولا اور مشکل کُشا کہنا قرآن سے جواب

قرآن میں کافی بار لفظ ''مولا'' اللہ کے لیے استعمال ہوا ہے تو پھر حضرت علی کو مولا کیوں کہتے ہیں۔ ''النصیر'' صفت اللہ کی ہے تو پھر حضرت علی سے مدد کیوں مانگتے ہیں؟

جواب:

'الفتاح' اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفت ہے جیسے عالم، علیم، حلیم، روف، رحیم، سمیع، بصیر، شہید، حاکم، حکم، شکور، مالک، ملک، مولی، ولی، نور، ھادی، ذارع وغیرہ وغیرہ یہ تمام اسماء حسنی قرآن پاک میں ذات باری تعالیٰ کے لیے استعمال ہوئے ہیں۔ اس حقیقت میں کسی کو شک نہیں ہونا چاہیے۔

اب ذرا دیکھیے یہی اسماء حسنی بندوں کے لیے بھی قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں مثلاً

الْعَالِمُوْنَ۔ العنکبوت، 43:29

''علم والے بندے''۔ آتَیْنَاہُ حُکْمًا وَعِلْمًا

یوسف 22:12 ''ہم نے اسے حکم (نبوت) اور علم (تعبیر) عطا فرمایا''

قُلْنَا لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعْلٰی۔ طٰہٰ 68:20

''ہم نے (موسیٰ علیہ السلام سے) فرمایا: خوف مت کرو بے شک تم ہی غالب رہو گے۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام قرآن کریم میں متعدد نام جہاں اپنے لیے استعمال فرمائے ہیں بعینہ وہی اسمائے وصفی اپنے بندوں کے لیے بھی استعمال فرمائے ہیں اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر شرک کا دشمن اور توحید کا حامی کون ہوسکتا ہے؟ ایسا کرنا ہرگز ہرگز شرک نہیں شرک برائی ہے اور اللہ تعالیٰ برائی کا نہ مرتکب ہوسکتا ہے نہ اپنے بندوں کو اس کی تعلیم دے سکتا ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ٥ (النحل، 90:16)

''بے شک اللہ (ہر ایک کے ساتھ) عدل اور احسان کا حکم فرماتا ہے اور قرابت داروں کو دیتے رہنے کا اور بے حیائی اور برے کاموں اور سرکشی و نافرمانی سے منع فرماتا ہے، وہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے تاکہ تم خوب یاد رکھو٥''

اللہ تعالیٰ حاکم ہے حاکموں کا حاکم ہے مگر اس نے اپنے بندوں کو بھی حکومت دی ہے وہ بھی

حاکم ہیں بس اتنا فرق ملحوظ رکھیں کہ اللہ اپنی شان کے مطابق حاکم ہے بالذات و بالاستقلال۔ بندے اس کی عطا سے اور اس کے بنانے سے حاکم ہیں بندوں کے تمام کمالات اس کی عطا اور خیرات ہے جبکہ اس کے تمام کمالات ذاتی ہیں کسی کی عطا سے نہیں۔

مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں

مَنْ أَنصَارِی إِلَی اللّٰهِ. قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ

اس نے کہا: اللہ کی طرف کون لوگ میرے مددگار ہیں؟ تو اس کے مخلص ساتھیوں نے عرض کیا: ہم اللہ (کے دین) کے مددگار ہیں، آل عمران، 52:3

مشکل کشا

حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہی نہیں ہر مسلمان کو مشکل کشا ہونا فرض ہے تا کہ بوقت ضرورت وہ مظلوم، مجبور، مسکین، مسافر، بیوہ، یتیم، فقیر کی حسب توفیق مشکل حل کر سکے کیا بھوکے پیاسے کو کھانا پانی نہ دو گے اور اسے بھوک و پیاس سے یہ کہہ کے مارو گے کہ کھلانے پلانے والا وہی رزاق ہے اسی سے مانگو۔

هُوَ يُطْعِمُنِی وَيَسْقِينِ٥ الشعراء، 79:26 ''جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے''

کیا مریض کی عیادت نہ کرو گے۔ ہسپتال نہ پہنچاؤ گے دوا لے کر نہ دو گے یہ کہہ کر کہ

وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ٥ الشعراء، 80:26 ''جب بیمار پڑتا ہوں وہی شفا دیتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے خود انبیاء واولیاء کو ولی (مددگار) بنایا

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُواْ الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلاَةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُون

بیشک تمہارا (مددگار) دوست تو اللہ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہی ہے اور (ساتھ) وہ ایمان والے ہیں * جو نماز قائم رکھتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ (اللہ کے حضور عاجزی سے) جھکنے والے ہیں

اس آیت میں اللہ رب العزت نے واضح فرمایا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ایمان والے اولیاء اللہ بھی مددگار ہیں۔ اور یہ اللہ کی عطا سے ہے۔ اسی طرح ایک اور جگہ فرمایا:

فَإِنَّ اللهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَ جِبْرِيْلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ [Surah Tahrim:4]

سو بیشک اللہ ہی اُن کا مولیٰ (دوست ومددگار) ہے، اور جبریل اور صالح مومنین بھی *

یہاں پر مولا مددگار کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ مددگار (مولا) کون کون ہیں:

1. اللہ تعالیٰ
2. جبریل علیہ السلام
3. نیک مسلمان
4. تمام فرشتے

یہ کہنا جہالت ہے کہ اللہ ہی مولا ہے جب صالح مومنین نبی پاک کے مددگار رہیں جبریل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مددگار رہیں تو یہ نیک مسلمان اور جبریل علیہ السلام اللہ تو نہیں اہل ایمان ہیں

مدد مانگنے یا مدد کرنے کا قرآنی تصور

حضرت عیسی وموسی علیہما السلام کا اللہ کے علاوہ مدد مانگنا۔

قال من انصاری الی اللہ قال الحواریون نحن انصاراللہ۔ (سورہ آل عمران آیت 52)

(حضرت عیسی علیہ السلام نے) کہا۔* اللہ کی طرف کون لوگ میرے مددگار ہیں * ؟ تو ان کے مخلص ساتھیوں نے عرض کیا: ہم اللہ (کے دین) کے مددگار ہیں۔۔۔۔

اس آیت میں حضرت عیسٰی علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے خطاب کر کے فرمایا کہ میرا مددگار کون ہے۔ حضرت مسیح نے غیر اللہ سے مدد طلب کی۔ اللہ تعالی کے مقرب نبی براہ راست اللہ سے مانگنے کی بجائے اپنے دوستوں سے مدد مانگ رہے ہیں اور انکے حواری انہیں مدد کا وعدہ بھی دے رہے ہیں۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ آج کے توحید پرست حضرات کو انبیائے کرام علیھم السلام سے بھی بڑھ کر توحید کی سمجھ آ گئی ہے کہ انبیائے کرام تو اپنے ساتھیوں سے مدد مانگتے رہے اور اللہ تعالی نے اسے شرک نہ کہا بلکہ امت مسلمہ کے لیے سبق کے طور پر قرآن کا حصہ بنا دیا۔ اور ہمارے توحید پرست حضرات مسلمانوں, پر شرک کے فتوے لے کر چڑھ دوڑیں۔

مولانا تو اللہ ہے (قرآن)

اللہ تعالیٰ ہمارا مولیٰ ہے، ہمارا مددگار ہے۔ سورۂ بقرہ میں ہے

اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ

تو ہی ہمارا مالک ہے، ہمیں کافروں کی قوم پر غلبہ عطا فرما [286:2]

جبکہ لوگ ہر داڑھی والے کو مولانا کہتے ہیں۔ تو یہ شرک ہوا۔ انہوں نے مولانا بنائے ہوئے

ہیں انہیں چاہیے کہ اب یہ کسی کو مولانا نہ کہیں کیونکہ مولانا تو اللہ ہے اور انہوں نے لاکھوں بنائے ہوئے ہیں! جو اسم اللہ کے لیے آیا لوگ اپنے مولویوں کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ یہ تو شرک فی الاسماء ہے۔ اگر ایسے شرک ہونے لگے تو دُنیا کا کوئی بھی آدمی شرک سے نہ بچے۔ ہر فرقہ کا آدمی مولوی کو مولانا کہتا ہے تو بتائیں شرک سے کون سا فرقہ بچا؟ لہٰذا ثابت ہوا کہ محض لفظوں کے اطلاق سے شرک لازم نہیں آتا جب تک کہ حقیقی برابری اور مساوات مراد نہ لی جائے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جس کا میں مولا ہوں اُس کا علی مولا ہے، اے اللہ! جو اِسے دوست رکھے تو اُسے دوست رکھ اور جو اِس سے عداوت رکھے تو اُس سے عداوت رکھ *

اس حدیث کو امام احمد بن حنبل، امام حاکم اور امام طبرانی نے المعجم الکبیر اور المعجم الاوسط میں روایت کیا ہے'۔

حضرت ابو قلابہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :* میری امت میں ہمیشہ کچھ لوگ (ایک روایت میں ہے کہ سات اشخاص) ایسے ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے جب بھی کوئی چیز مانگتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں عطا فرما دیتا ہے۔ انہی کے ذریعے تمہاری مدد کی جاتی ہے اور انہی کے ذریعے تم پر بارش برسائی جاتی ہے۔ اور (راوی بیان کرتے ہیں) میرے خیال میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: اور انہی کے ذریعے تم سے مصیبتوں کو ٹالا جاتا ہے *

أبو داود، ، 1 : 236، رقم : 309

ابن مبارك، الجهاد، 1 : 153، رقم : 195

معمر بن راشد، الجامع، 11 : 250

مومن حاجت روا مشکل کشا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں :من قضی لأحد من أمتی حاجة يريد أن يسره بها فقد سرنی ومن سرنی فقد سر الله ومن سر الله أدخله الله الجنه

دیلمی ،مسند الفردوس بمأ ثور الخطاب،546:3،رقم:5702

''جو میرے کسی امتی کو خوش کرنے کے لیے اس کی حاجت پوری کرے اس نے مجھے خوش کیا اور جس نے مجھے خوش کیا اس نے اللہ تعالیٰ کو خوش کیا اور جس نے اللہ تعالیٰ کو خوش کیا اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:"من أغاث ملهوفا كتب الله له ثلاثا و سبعين مغفرة واحدة فيها صلاح أمره كله وثنتان وسبعون له درجات يوم القيمة"بیہقی، شعب الایمان، 6 :120،رقم : 7670

''جس نے کسی بیچارے مظلوم کی فریاد رسی کی اللہ پاک اس کے لیے تہتر بخششیں لکھتا ہے جن میں ایک کے سبب اس کے تمام معاملات سدھر جاتے ہیں اور بہتر درجے اس کو قیامت کے دن ملیں گے۔''

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے بعد اُمت کے شرک میں مبتلا ہونے کا اندیشہ نہ تھا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے

خدا کی قسم! مجھے یہ ڈر نہیں کہ میرے بعد تم شرک کرنے لگو گے بلکہ مجھے ڈر اس بات کا ہے کہ

تم دنیا کی محبت میں مبتلا ہو جاؤ گے *

(البخاری فی الصحیح: المناقب، باب : علامات النَّبُوَّةِ فِي الإِسلام، 3 / 1317، الرقم : 3401

بتوں اور کافروں کے حق میں نازل ہونے والی قرآنی آیات اولیاء اللہ پر لگانا خوارج کا کام تھا

قرآنی الفاظ کا عموم ہو یا خصوص، ضروری ہے کہ ان کے استعمال کا اصول اور اسلوب ہمیشہ پیشِ نظر رکھا جائے۔ اگر یہ بنیادی پہلو ہی نظر انداز ہو گیا تو اس غلط تفسیرِ و تعبیر سے گمراہی کے دروازے کھل سکتے ہیں۔ خوارج و گستاخان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق بھی یہی تھا کہ اصل مدعا کو سمجھے بغیر الفاظ کے ظاہری عموم کی بناء پر قرآنی حکم کا ہر جگہ اطلاق کرتے تھے خواہ وہ اطلاق قطعاً غیر موزوں اور غلط ہی کیوں نہ ہوتا۔ خوارج کے بارے میں منقول ہے:

كَانَ ابْنُ عُمَرَ يرَاهُمْ شِرَارَ خَلْقِ اللهِ، وَ قَالَ : اِنَّهُمْ انْطَلَقُوْا إِلٰى آيَاتٍ نَزَلَتْ فِي الْكُفَّارِ فَجَعَلُوْهَا عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ.

’’ *حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما انہیں (خوارج کو) بدترین مخلوق سمجھتے تھے اور فرماتے تھے : یہ وہ لوگ ہیں جو کفار کے حق میں نازل ہونے والی آیات کا اطلاق اہلِ ایمان پر کرتے ہیں *‘‘

بخاری، الصحیح، کتاب استتابة المرتدين و المعاندين و قتالهم، باب قتل الخوارج والملحدين، 6 : 2539

دیوبند کے عالم *مولانا اشرف علی تھانوی * صاحب امداد المشتاق کے صفحہ 44 پر تھانوی صاحب لکھتے ہیں۔ ’’ایک دن حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سات اولیاء اللہ کے ہمراہ بیٹھے ہوئے تھے، ناگاہ نظرِ بصیرت سے ملاحظہ فرمایا کہ ایک جہاز قریب غرق ہونے کے

ہے،آپ نے ہمت وتوجۂ باطنی سے اس کو غرق ہونے سے بچالیا''۔

خلاصہ کلام:

اللہ تعالیٰ کے اکثر صفاتی نام درحقیقت اس کی صفات ہیں جو اس کی ذاتی مستقل اور دائمی ہیں کسی کی عطا کردہ نہیں۔ حادث نہیں۔ عارضی نہیں وقتی نہیں مگر وہ ذات بابرکات کریم ہے جواد ہے، سخی ہے، عطا کرنے والی ہے اسی نے اپنے بندوں کو سننے دیکھنے، کرم، سخاوت، عطا، علم، قدرت اور حسن وغیرہ صفات عالیہ کا صدقہ عطا فرمایا ہے لہذا بندے صاحبان قدرت، صاحبان سمع وبصر، صاحبان کرم وسخاوت، عالم، حلیم، حکیم، علیم، رؤف، (شفیق) ہیں مگر سب کچھ اس کی عطا سے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات مستقل اور ذاتی ہیں مخلوق کی صفات عارضی اور عطائی ہیں تمام صفات میں یہی اصول پیش رہے بادشاہی حکم (حاکم) گواہ وغیرہ وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ اللہ ہے نبی ولی اور دیگر مخلوق اپنی حیثیت رکھتی ہیں ایک کی جگہ دوسرے کو بٹھانا ظلم ہے۔ اللہ رب العزت نے اپنے رسول ﷺ اور اولیاء کرام کو اختیارات وتصرفات عطا فرمائے جو قرآن وحدیث سے ثابت ہیں۔

اللہ ہمیں حق بات سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں محبت اہلبیتؑ اور ان کی اطاعت و پیروی کی توفیق ارزانی فرمائے۔ آپ کی ذات پاک کا صدقہ اہل اسلام کو اس کربناک صورت حال سے نجات عطا فرمائے۔ آمین بجاہِ طٰهٰ و یٰسٓ برحمتك یا ارحم الراحمین۔